مرکز اصلاح النساء سرگودھا کا ترجمان

ماہنامہ بناتِ اہلسنت سرگودھا

جلد نمبر 6 | مئی 2015ء | شمارہ 5

مدیر
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

توہین رسالت اور عقیدہ ختم نبوت

مہر کی اہمیت

اجتماعی زندگی میں "پردہ پوشی" کی اہمیت

دینی مدارس کے انوار سے جگمگاتا برصغیر

حضرت جگر مراد آبادی

ناشر
مرکز اھل السنۃ والجماعۃ
www.ahnafmedia.com

طلباء و ائمہ مساجد، خطباء، علماء کرام و دعوتی، تحقیقی
اور مسلکی ذوق رکھنے والے افراد کے لیے

پانچواں سالانہ

12 روزہ

دورہ تحقیق المسائل

23 مئی تا 4 جون 2015

آغاز سبق صبح 7:30 بجے

اختتام سبق: 11:00 بجے

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات کے فوراً بعد

موسم کے مطابق بستر ضرور ہمراہ لائیں

خصوصی اسباق

متکلم اسلام

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنت والجماعت

بانی و امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

بمقام: مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا

03326311808/03467357394/0483881487

ahnafmedia.com / markazahnfi@gmail.com

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ (رجسٹرڈ) سرگودھا

کے تعلیمی، تبلیغی، اشاعتی اور رفاہی شعبہ جات میں

عشر کی ادائیگی

کل سالانہ گندم	کل سالانہ خرچ گندم
1100 من تقریباً	14 لاکھ 85 ہزار روپے

- شعبہ کتب (درس نظامی)
- تخصص فی التحقیق والدعوۃ
- شعبہ حفظ و ناظرہ قرآن
- دراسات دینیہ کورس
- مرکز اصلاح النساء (برائے خواتین)
- شعبہ تصنیف و تالیف
- احناف ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
- 3 روزہ تحقیق المسائل کورس
- 12 روزہ دورہ تحقیق المسائل

زیر نگرانی

متکلم اسلام

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

برائے رابطہ

0315 6311808
0321 4301173
0306 2251253
0483 881487

بینک اکاؤنٹ: میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010100725862

markazhanfi@gmail.com www.ahnafmedia.com

مرکز اصلاح النساء سرگودھا کا ترجمان

ماھنامہ

بناتِ اہلسنّت سرگودھا

جلد نمبر 6 | مئی 2015 | شمارہ نمبر 5

مدیر
مولانا محمد الیاس گھمن

معاون مدیر
مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر ...... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر ...... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر ...... سالانہ

خط و کتابت کا پتہ

دفتر رسائل و جرائد
مرکز اہل السنّت والجماعت
87 جنوبی سرگودھا
mag@ahnafmedia.com

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

زرتعاون سالانہ 300 روپے

سرکولیشن منیجر
0332-6311808
صبح 8 تا 4 بجے شام

WhatsApp
+923062251253

ناشر مرکز اھل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

فہرست

گندم کا سیزن 5

اداریہ

اجتماعی زندگی میں ”پردہ پوشی“ کی اہمیت 7

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

توہین رسالت اور عقیدہ ختم نبوت 11

مفتی امداداللہ محمود

دینی مدارس کے انوار سے جگمگاتا برِّ صغیر 16

مولانا محمد مبشر بدر

مہر کی اہمیت............................ 22

مولانا محمد ساجد

حضرت جگر مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ 28

نعیم خان

ایں سعادت بزور بازو نیست 39

معظمہ کنول

بیچارے مرد.............................. 44

واجد نواز

خدا تجھے آزما رہا ہے................................ 49

اہلیہ عابد جمشید رانا

موسم گرما اور آپ کی جلد 51

چوہدری تنویر سرور

www.ahnafmedia.com

درسِ قرآن

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:واٰتوا حقہ یوم حصادہ۔

(سورۃ الانعام پارہ 6 آیت نمبر 141)

ترجمہ:

اور کھیتی کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔

تفسیر:

اللہ تعالی کے مقرر شدہ نظام میں کسی کو محروم نہیں رکھا گیا اگر کسی کے پاس مال زیادہ ہے تو طے شدہ حساب کے مطابق اسے اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اپنے دوسرے غریب اور مستحق بھائیوں کو نظر انداز نہ کرے بلکہ اس کا حصہ بھی اس میں رکھے۔ چنانچہ شریعت میں زکوۃ، عشر، صدقات اور ٹیکس کا پورا ایک نظام ہے جس پر اگر صحیح طور پر عمل شروع کر دیا جائے تو سرمایہ دارانہ نظام اور دیگر ظالمانہ نظاموں کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور مسلمان عزت و وقار کے ساتھ جی سکتا ہے۔

خاص طور پر یہ دن عشر کے حوالے سے بہت اہم ہیں، ہماری بہت ساری وہ مائیں اور بہنیں جن کی اپنی زمینیں ہیں اور اس سے فصل کاشت ہوتی ہے، وہ اس معاملے میں نہایت سستی سے کام لیتی ہیں اور اللہ کا حق ادا نہیں کرتیں۔ جیسا کہ زیور کے معاملے میں زکوۃ سے جی چراتی ہیں۔

اللہ تعالی کے اس حکم کو اپنے سامنے رکھیں اور عشر کی ضرور ادائیگی کی صورت بنائی جائے۔ دعا ہے کہ مولائے کریم ہم سب کو اپنے احکامات پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق زندگی بسر کرنے والا بنائے۔

آمین یارب العالمین

www.ahnafmedia.com

درسِ حدیث

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایااس زمین کی پیداوار میں عشر ہے۔ جسے بارش سے یا چشموں سے یا بارش کے جمع شدہ پانی سے سیراب کیا گیا ہو اور جنہیں کنویں وغیرہ سے پانی کھینچ کر سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر۔"

(بخاری، النسائی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس زمینی پیداوار کو نہروں اور بارش کا پانی سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس فصل کو راہٹ و کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔"

(مسلم باب مافیہ الزکوٰۃ من الاحوال)

نوٹ:

خیال رہے اگر نہروں کے پانی کا آبیانہ ادا کیا جاتا ہو یا مشقت سے حاصل کیا جاتا ہو تو نصف عشر ہو گا، اور اگر بغیر کسی خرچ اور مشقت سے حاصل کر کے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہو تو پیداوار کا عشر یعنی دسواں حصہ ادا کیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ زمین سے جو بھی پیداوار غلہ اناج پھل سبزیاں اور چارہ وغیرہ حاصل ہو اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے قطع نظر اس کے کہ وہ حاصل شدہ پیداوار کم ہے۔ یا زیادہ۔ حتیٰ کہ امام نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ساگ کے دس مٹھوں میں سے ایک مٹھا بطور عشر لازم ہے

ہر ایسی پیداوار جیسے گندم، جو، باجرہ، مکئی، دالیں، چاول بلکہ ہر قسم کا اناج اور پھل، سبزیاں چارہ اور ایسے پھول جن سے نفع حاصل کیا جاتا ہو جیسے گل گلاب وغیرہ ان میں عشر یا نصف عشر واجب ہے۔

www.ahnafmedia.com

گندم کا سیزن

قلم...... اداریہ

مدارس دینیہ کی افادیت، اہمیت اور ان کے معاشرے پر مثبت اثرات کی حقیقت کو کوئی صاحب عقل شخص نظر انداز نہیں کر سکتا اور قطعاً اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ تعلیم و تعلم، تہذیب و تربیت اور اخلاق و کردار کی بلندی یہیں سے ملتی ہے جبکہ عقائد باطلہ، رسوم و رواج اور معاشرتی بے راہ روی کی روک تھام بھی انہی مدارس کی مرہون منت ہے۔

مدارس میں زیر تعلیم و تربیت کی ہر طرح کی کفالت منتظمین کے سپرد ہوتی ہے، طلباء کی بنیادی ضروریات زندگی، ان کی رہائش، خوراک، رہن سہن اور تعلیمی اخراجات کے ساتھ ساتھ عملہ اور اساتذہ کی تنخواہیں اور مدرسہ کے تعمیری اخراجات وغیرہ۔ جسے دوسرے لفظوں میں ان کی مالی و معاشی کفالت بہر صورت ارباب انتظام و اہتمام کو کرنا پڑتی ہے۔

اہلیان مدارس کے سالانہ بجٹ کے حوالے سے بعض ایام کو بہت اہمیت حاصل ہے، خصوصاً عید الاضحیٰ، رمضان المبارک اور گندم کی کٹائی کے دن۔ ان مواقع پر مدارس کے ذمہ داران کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ سارے سال کے تمام تر اخراجات کا اندازہ لگا کر اس کو پورا کرنے کی مہم چلائی جائے۔ تاکہ طلباء معاشی فکر سے آزاد ماحول میں رہ کر اپنا تعلیمی و تربیتی سفر جاری رکھ سکیں۔

وطن عزیز پاکستان میں ان دنوں گندم کا سیزن ہے بعض علاقوں میں تو کٹائی کا عمل شروع ہے جبکہ بعض علاقوں میں چند ہی دنوں میں شروع ہو جائے گا۔ دیہی علاقوں میں بسنے والے وہ مسلمان جنہیں اللہ تعالیٰ نے اراضی (زمین) کی نعمت سے

www.ahnafmedia.com

نوازا ہے وہ شریعت کے حکم عشر کی ادائیگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور بالکل پس و پیش اور لیت و لعل سے ہرگز کام نہ لیں۔

جبکہ شہری زندگی سے وابستہ افراد کو بھی اس بات کا علم ہے کہ مدارس کے پورے سال کی خوراک اور راشن کا انتظام محض عشر سے پورا نہیں ہوتا بلکہ ان کو اجناس اور دیگر ضروریات اس مد میں خرید کرنا پڑتی ہیں اس لیے شہروں میں رہنے والے حضرات کو نقدی کی صورت میں مدارس کی ضروریات پوری کرنی چاہییں۔

کیونکہ مدارس میں ہمارے ہی بچے پڑھتے ہیں، یہی ہمارا سرمایہ اور اثاثہ ہیں یہی پھول کھلیں گے تو چمن مہکے گا، یہ ہماری وہ نیکی ہے جس کا اجر ہمیں مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا، قیامت کی صبح تک دین اسلام کی اشاعت اور تحفظ میں ہم سب کا حصہ ہو گا۔ اور صدقہ جاریہ کے طور پر ہمارا یہ عمل روز محشر ہمیں نجات دلائے گا۔

یہی حفاظ، قراء، طلباء اور علماء ہوں گے جو روز جزا ہماری بخشش کے لیے سفارش اور شفاعت کریں گے اور حدیث پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کو اپنی بارگاہ میں قبول بھی فرمائیں گے۔

یاد رکھیں !ہماری تعلیمی ،روحانی، فکری ، اخلاقی اور تربیتی ضروریات اہل مدارس پوری کر رہے ہیں اور ہمیں بھی ان کی مالی و معاشی ضروریات کو پورا کرنا چاہیے۔

قرآن ، سنت اور فقہ کی اشاعت و تحفظ کا عالمی ادارہ مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا کو بھی اس حوالے سے یاد رکھیں ۔ پورے سال میں صرف گندم تقریباً 1100 من استعمال ہوتی ہے جس کی کل لاگت 14,85,000 روپے بنتی ہے۔ اپنے اس ادارے کو دعائوں میں بھی یاد رکھیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک دوسرے کی باہمی ضروریات سمجھنے اور ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ پاک ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین بجاہ النبی الامی الکریم۔

www.ahnafmedia.com

اجتماعی زندگی میں ”پردہ پوشی“ کی اہمیت

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

آج اہل اسلام تعداد میں کم ہیں نہ ہی دولت، اقتدار، اسباب وسائل میں کسی قوم سے پیچھے ہیں۔ لیکن بحیثیت قوم عزت و وقار سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، باہمی عداوت، نفرت، بغض و عناد اور حسد و جلن جیسے دیمک نے اس کے مضبوط اور با اثر وجود کو چاٹنا شروع کر دیا ہے، نتیجۃً مسلمان اخلاقی اور روحانی اعتبار سے کھوکھلا ہو چکا ہے۔

جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسی معاشرت سپرد کی تھی، جس میں باہمی محبت، انس و مودت، اخوت و بھائی چارگی، خیر خواہی و ہمدردی، شفقت و احترام، عزت و توقیر اور عظمت و مرتبت موجود تھی، اس حوالے سے آپ کی زبان مبارک سے تمام مسلمانوں کو آپس میں ”اخوت“ کے اعزاز سے نوازا گیا۔

المسلم اخو المسلم۔

روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمان خواہ کسی بھی رنگ، نسل، قبیلے، برادری یا علاقے سے تعلق رکھتے ہوں ان کا آپس میں بھائیوں والا تعلق ہونا چاہیے ایک مسلمان کی خوشی سے دوسرے کو بھی خوشی حاصل ہونی چاہیے اور اگر کسی ایک کو کوئی دکھ، رنج، الم یا پریشانی پیش آتی ہے تو اس کی تکلیف بھی تمام مسلمانوں کو محسوس ہونی چاہیے۔

آپس میں اجتماعی زندگی گزارتے وقت کئی طرح کے امور پیش آتے ہیں مختلف مزاج انسانوں کے جمگھٹے میں بعض ناگوار اور غیر مناسب باتیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ایسے مواقع پر اسلام ہمیں غیر مناسب باتوں کو اچھالنے کی بجائے چھپانے کا درس دیتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم ”پردہ دری“ کے ماحول میں پروان چڑھ رہے

www.ahnafmedia.com

ہیں جب کہ ہمیں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "پردہ پوشی" والے مقدس ماحول بنانے کا حکم دیا تھا۔

متعدد احادیث اس بارے میں کتب حدیث میں مذکور ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کا فرمان نقل کرتے ہیں جو خوشگوار اجتماعی زندگی کا روشن مینارہ ہے۔

آپس میں رہتے ہوئے اگر کسی کا کوئی عیب گناہ یا غیر اخلاقی کام دیکھ لیں تو اسے جگہ جگہ اچھالنے سے گریز کریں، بلکہ اسے چھپالیں۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو چھپائے گا اسے ذلت ورسوائی سے بچائے گا تو اللہ کریم روز قیامت اس کے گناہوں کو چھپالیں گے۔

ایک اور حدیث میں اس بات کا سبق بھی دیا گیا ہے کہ آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے کو موجزن رکھا جائے، اگر کوئی مسلمان پریشانی اور تکلیف میں مبتلا ہے تو اس کی پریشانی اور تکلیف کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے، جو شخص کسی کی دنیاوی پریشانی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی پریشانیوں کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان بھائی کے لیے کسی معاملے میں آسانی پیدا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا و آخرت کی میں آسانیاں ہی آسانیاں پیدا فرمائیں گے، جب تک آدمی اپنے بھائی کی ہر ممکن مدد کرنے میں لگا رہتا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی "امداد" فرماتے رہتے ہیں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مومن بھائی کے عیوب کو دیکھ کر چھپالیتا ہے تو اللہ اسے بدلے میں جنت عطاء فرمائیں گے۔

www.ahnafmedia.com

امام نسائی، ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ نے اپنی اپنی کتب حدیث میں صحیح سند کے ساتھ ایک واقعہ نقل کیا ہے: دُخین ابو الہیثم نامی ایک شخص نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اپنے پڑوسیوں کے بارے میں بتایا کہ وہ شراب خوری کرتے ہیں پھر ان سے پوچھا کیا میں ان کی اطلاع پولیس کو کر دوں؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ہر گز نہیں! بلکہ تم ان کو سمجھاؤ اور اللہ کے خوف سے ڈراؤ۔ ابو الہیثم کہنے لگے کہ میں نے انہیں بارہا اس کام سے باز رہنے کو کہا لیکن وہ نہیں رکتے۔ کیا ایسی صورت میں ان کی اطلاع پولیس کو کر دوں؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: او اللہ کے بندے! ایسا نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اتنا بڑا اجر عطاء فرماتے ہیں جیسے اس نے زندہ در گور کی جانے والی بچی کو زندہ بچا لیا ہو۔

امام طبرانی رحمہ اللہ انہی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہی کا ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ یہ مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کے پاس ملنے کے لیے تشریف لے گئے تو مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کے دربان نے آپ کو اندر جانے سے روک دیا اور آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے اندر سے مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال دیکھی تو اپنے چوکیدار سے کہا کہ انہیں اندر آنے دیں۔

جب حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے میں محض آپ کی زیارت کے لیے نہیں آیا بلکہ مجھے آپ سے ایک کام بھی ہے۔ کیا آپ کو وہ دن یاد ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا "جسے اپنے بھائی کی برائی یا غیر اخلاقی کام کے بارے میں معلوم ہو جائے

www.ahnafmedia.com

اور وہ اسے چھپالے یعنی اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے تو اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔"

مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں مجھے آپ علیہ السلام کا یہ فرمان یاد ہے چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں محض اسی لیے آپ کے پاس حاضر ہوا تھا کہ آپ سے اس کی تصدیق حاصل کرلوں۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ ہمیں اپنا مزاج ایسا بنانا چاہیے کہ ہم دوسروں کے عیوب کو جگہ جگہ نہ بتاتے پھریں ہمیں عیب گوئی سے بھی شریعت منع کرتی ہے اور عیب جوئی سے بھی۔

بلکہ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:"جو کسی دوسرے کی "پردہ پوشی" کرتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کے عیوب اور گناہوں کو چھپالیں گے اور جو شخص لوگوں کی "پردہ دری" کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گھر بیٹھے ذلیل اور رسوا کر دیتا ہے۔"

اس حوالے سے آج ہم سب کو اپنی اپنی حالت دیکھ لینی چاہیے، کیا ہم وہ کام کر رہے ہیں جس سے کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمارے عیوب اور گناہوں کو چھپا لیں گے یا پھر ہم وہ کام کر رہے ہیں جس سے انسان اپنے گھر بیٹھے رسوا ہو جاتا ہے۔ یہ بات ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ہم نے اسلام کی تعلیمات سے منہ موڑ لیا ہے، ہماری اخلاقی حالت قابل رحم ہے، جب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی بجائے مغربی کلچر اپنے ماحول میں داخل کیا ہے اسی دن سے بے سکونی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عادات اپنانے کی توفیق بخشے۔

آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامی الکریم

www.ahnafmedia.com

توہین رسالت اور عقیدہ ختم نبوت

مفتی امداد اللہ محمود

سابق خطیب جامع مسجد ثنیان الغانم (کویت)

پوری امت کے مسلمان اور علماء میں یہ اجماعاً طے پایا کہ آپ ﷺ کے بعد اب نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے اور اب آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں ، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اور نہ بنایا جائے گا۔

حضور ﷺ کی ذات اقدس پر ایمان عقیدہ توحید کی طرح ہے۔ جس طرح عقیدہ توحید پر سب کے لئے ایمان لانا ضروری ہے بعینہ اسی طرح حضور ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ گویا عقیدہ توحید اور عقیدہ ختم نبوت دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔

مذکورہ عقائد کی پاسداری اور حفاظت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ٹھہرایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقیدہ ختم نبوت ایک ایسا اجماعی عقیدہ ہے کہ جس کے تحت آپ ﷺ بلا کسی تخصیص و تحقیق اور دلیل و تاویل کے آخری پیغمبرِ حق اور خاتم النبیین ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ "الاقتصاد فی الاعتقاد" میں فرماتے ہیں:

یعنی امت نے بالاجماع اس لفظ خاتم النبیین کا مفہوم یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ رسول، اور اس پر اجماع ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں اور اس کا منکر اجماع کا منکر ہے۔

چونکہ عقیدہ ختم نبوت قرآن کی ایک سو آیات اور حضور ﷺ کی متواترہ دو سو دس احادیث مبارکہ سے ثابت اور موثق فیصلہ ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے دفاع

www.ahnafmedia.com

اور تحفظ کی خاطر آنحضرت ﷺ کے زمانہ حیات میں 259 صحابہ کرام کی ایک قیمتی جماعت نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (ملخص از رحمۃ للعلمین 2/213)

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور بقاء کی خاطر سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے مقام پر جنگ لڑی، جس میں صحابہ کرام کی ایک ضخیم تعداد تقریباً 1200 کے لگ بھگ نفوس قدسیہ صحابہ اور تابعین کی جماعت شہید ہوئی۔ اسی جنگ میں آپ کے وفادار ایک صحابی حضرت حبیب بن زید انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آیا، جو توہین رسالت کے ضمن میں ایک مثالی اور قابل تقلید واقعہ ہے جس کو پڑھ کر ایک ادنیٰ امتی بھی اسے اپنا کر اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنانے کو اپنی زندگی کی بقاء سمجھتا ہے۔

"اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ" میں دی گئی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت حبیب بن زید انصاری کو آنحضرت ﷺ نے یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کے مسیلہ کذاب کی طرف بھیجا۔ مسیلمہ کذاب نے حضرت حبیب سے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ حضرت حبیب نے فرمایا: ہاں! مسیلمہ نے کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں (مسیلمہ) بھی اللہ کا نبی ہوں؟ حضرت حبیب نے جواب میں فرمایا کہ میں بہرہ ہوں، مجھے آپ کی بات سنائی نہیں دیتی۔ مسیلمہ بار بار سوال کرتا رہا، وہ یہی جواب دیتے رہے اور مسیلمہ ان کا ایک ایک عضو کاٹتا رہا، حتی کہ جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ان کو شہید کر دیا۔

معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم عقیدہ ختم نبوت کی عظمت اور اس کے دفاع کی خاطر ذرا بھر بھی حضور ﷺ کی توہین سننا ہی گوارا نہ کرتے تھے اور اس کی خاطر اپنی جان کو حضور ﷺ کی عظمت و عزت کے تحفظ اور ختم نبوت کے دفاع کی

www.ahnafmedia.com

خاطر ڈھال بنا کر ٹکڑے ٹکڑے کروا دینے کو ترجیح دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امت محمدیہ ﷺ کا سب سے پہلا اجماع بھی یہی ہوا کہ ختم نبوت اور آپ کی توہین کا مرتکب واجب القتل قرار دیا گیا۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت ابو مسلم خولانیؒ جن کا نام عبد اللہ بن ثوب ہے اور یہ امت محمدیہ (علی صاحبہا السلام) کے وہ جلیل القدر بزرگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالی نے آگ کو اسی طرح بے اثر کر دیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آتش نمرود کو گلزار بنا دیا تھا۔ یہ یمن میں پیدا ہوئے تھے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں اسلام لا چکے تھے۔ لیکن سرکار دو عالم ﷺ کے دربار میں حاضری کا موقع نہیں ملا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری دور میں یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویدار اسود عنسی پیدا ہوا۔ جو لوگوں کو اپنی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کے لئے مجبور کیا کرتا تھا۔ اسی دوران اس نے حضرت ابو مسلم خولانی کے نام پیغام بھیج کر اپنے پاس بلوایا اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ حضرت ابو مسلم نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا تم محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ حضرت ابو مسلم خولانیؒ نے فرمایا: ہاں! اس پر اسود عنسی نے آگ دہکائی اور ابو مسلمؒ کو اس میں ڈال دیا۔ لیکن اللہ نے اس آگ کو بے اثر کر دیا اور حضرت ابو مسلم صحیح سلامت اس آگ سے باہر تشریف لے آئے۔ واقعہ اتنا عجیب تھا کہ اسود اور اس کے ساتھیوں پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اسود عنسی کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ اسے جلا وطن کر دو ورنہ خطرہ ہے کہ اس کی وجہ سے تمہارے پیرؤوں کے ایمان میں تزلزل آجائے۔ چنانچہ انہیں یمن سے جلا وطن کر دیا گیا۔ یمن سے نکل کر ایک ہی جائے پناہ تھی یعنی مدینہ منورہ! حضرت ابو مسلم خولانی یمن سے نکل کر مدینہ منورہ بارگاہ نبوت میں حاضری کے لئے نکل

www.ahnafmedia.com

کھڑے ہوئے۔ حضرت ابو مسلم خولانیؒ جب مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت محمد ﷺ دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی اونٹنی مسجد نبوی ﷺ کے سامنے بٹھائی اور اندر آکر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی۔

وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے، ایک اجنبی مسافر کو دیکھ کر ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ ابو مسلمؒ نے جواب دیا کہ یمن سے آیا ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً پوچھا کہ اللہ کے دشمن اسود عنسی نے ہمارے ایک ساتھی کو آگ میں ڈال دیا تھا اور آگ نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا تھا، تو بعد میں ان کے ساتھ اسود عنسی نے کیا معاملہ کیا تھا؟ ابو مسلم خولانیؒ نے جواب دیا کہ ان کا نام عبداللہ بن ثوب ہے، اتنی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست پہچان چکی تھی کہ یہ وہی شخص ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قسم دے کر پوچھا کہ کیا آپ ہی وہ صاحب ہیں؟ اس پر ابو مسلمؒ نے کہا: جی ہاں! میں ہی وہ شخص ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور انہیں لا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اپنے دونوں کے درمیان میں بٹھایا۔ پھر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے موت سے پہلے امت محمدیہ (ﷺ) کے اس شخص کی زیارت کروادی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام جیسا معاملہ فرمایا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ص:129)

آپ ﷺ کے بعد کسی ولی، پیر، امام، غوث، قطب یا کسی بھی شخص کو آپ علیہ السلام کا ظل یا بروز کہنا اور تناسخ یا حلول کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

ظل سایہ کو کہتے ہیں، جیسے کوئی کہے کہ مرزا قادیانی شیطان کی تصویر (ظل) تھا، بروز کا معنی ہے کسی شخصیت کی جگہ کوئی دوسرا ظاہر ہو جائے، جیسے کوئی کہے کہ مرزا قادیانی نے شیطان کی شکل اختیار کر لی تھی اور اس کی جگہ ظاہر ہوا تھا۔ حلول کا مطلب ہے کسی کی روح کسی دوسرے میں داخل ہو جائے، جیسے کوئی کہے کہ مرزا قادیانی میں

www.ahnafmedia.com

شیطان کی روح سرایت کر گئی ہے۔ تناسخ کا معنی ہے ایک شخص مر جائے اور اس کی شخصیت دوسرے جنم میں کسی دوسرے کی ہو بہو شکل اختیار کر جائے، جیسے کوئی کہے کہ مرزا قادیانی اس زمانہ میں شیطان مجسم تھا۔

قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے: مرزا قادیانی ظلی نبی تھا، یعنی آنحضرت ﷺ کی اتباع کی وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کا ظل ہو گیا تھا۔ اس اعتبار سے اس کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اتحاد ہو گیا اور آپ کا وجود مرزا قادیانی کا وجود ہے، جیسا کہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے: ”صار وجودی وجودہ“ (خزائن، 16/258)

خلاصہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص خواہ کتنا ہی پارسا کیوں نہ ہو، کتنے ہی مراقبے کیوں نہ کر چکا ہو، چلہ کشی اور مجاہدات سے کتنی ہی منزلیں کیوں نہ طے کر چکا ہو، وہ ہرگز ہرگز حضور اکرم ﷺ کی صفات حقہ میں قطعاً شریک ہونے کا دعوی نہیں کر سکتا۔ جیسے اللہ رب العزت کی ذات وصفات اور عبادت وبندگی میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا، بعینہ آنحضرت ﷺ کے کمالات اور آپ کی ذاتی زندگی کے رموز واسرار میں کوئی بھی شریک نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ کوئی یہ دعوی کرے کہ میں حضور ﷺ کا ظل ہوں یا پرتو ہوں! ایسا شخص سراسر دجل، فریب اور کذب بیانی کا مرتکب ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں علمائے امت کا اجماعی عقیدہ ہے آنحضرت ﷺ کے بعد جو شخص نبوت کا دعوی کرے وہ بالاجماع کافر ہے۔

اس کو جو لوگ اپنا امام، مجدد، مامور من اللہ، مہدی، مسیح یا ظلی نبی تسلیم کریں وہ بھی کافر ہیں، حتی کہ جو لوگ اس مدعی نبوت کو مسلمان سمجھیں، بلکہ جو لوگ اسے کافر نہ سمجھیں وہ بھی کافر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے اپنے فتاویٰ میں، عدالتوں نے اپنے فیصلوں میں اور اسمبلی نے اپنے قانون میں قادیانیوں کو کافر قرار دیا بلکہ قادیانیوں کی طرح لاہوری گروپ کو بھی کافر قرار دیا ہے۔

www.ahnafmedia.com

دینی مدارس کے انوار سے جگمگاتا برِّصغیر

مولانا محمد مبشر بدر

مدارسِ اسلامیہ کو اسلام کے قلعے کہا جاتا ہے، کیوں کہ یہ اسلامی تعلیمات نسل در نسل منتقل کرنے کے اہم مراکز ہیں، انہی مدارس کے ذریعے اسلام کا شجرِ سایہ دار اپنی تمام تر شاخوں سمیت سرسبز و شاداب رہتا ہے، انہیں مدارس سے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت کا علم حاصل ہوتا ہے، مدارس امن کے گہوارے اور معاشرتی بگاڑ کو دور کرنے کا اہم اور مؤثر ذریعہ ہیں۔روئے زمیں پر مدارسِ اسلامیہ کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی اسلام کی تاریخ، اپنی اصل میں مدرسہ کسی عمارت اور بلڈنگ کا نام نہیں بلکہ ایک استاذ اور شاگرد کے وجود کا نام ہے، جہاں استاذ وشاگرد تعلیمِ دین کے لیے مل بیٹھیں وہی جگہ مدرسہ کہلاتی ہے۔

اس مضمون میں انگریزی قبضے سے قبل برصغیر کی قدیم دینی درسگاہوں سے متعلق اجمالاً اہم معلومات فراہم کی جائیں گی، تاکہ ہم یہ جان سکیں کہ جہاں عالمِ اسلام کے دیگر ممالک میں اسلام کی نشرواشاعت کے لیے مدارس کا ایک اہم سلسلہ شروع کیا گیا وہاں برِّصغیر بھی اس حوالے سے کسی سے پیچھے نہیں رہا۔یہاں بھی بڑے بڑے اور مشہور مدارس کی داغ بیل ڈالی گئی جو ایک عرصہ تک لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے سیراب کرتے رہے۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کے مدارس کی تاریخ پر کوئی ٹھوس معلومات منضبط نہیں کی گئیں، بلکہ قدیم تاریخ ہند میں زیادہ تر بادشاہوں کی سوانح عمریاں ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ ان کی فتوحات، ملکی و جنگی کارنامے جو اس زمانہ کے سب سے زیادہ قابلِ توجّہ واقعات تھے تفصیل وبسط کے ساتھ مذکور ہوتے ہیں۔اس بنا پر اوراقِ تاریخ بھی جنگی صفحات بن گئے جہاں شمشیر و سناں کے

www.ahnafmedia.com

شور میں درس و تعلیم کی کمزور آوازیں دب کر رہ گئیں۔

قدیم زمانہ میں درس و تعلیم کے لیے الگ سے مستقل عمارتیں نہیں تھیں بلکہ اس کام کے لیے زیادہ تر مساجد سے کام لیا جاتا تھا جہاں باقاعدہ کلاسیں لگائی جاتیں اور لوگ ان مبارک حلقوں میں حصولِ تعلیم کے لیے شرکت کرتے تھے۔اسی وجہ سے آپ ہند کی قدیم مساجد میں دیکھیں گے جہاں صحن مسجد کے ارد گرد کمروں کی قطاریں آج بھی نظر آئیں گی، یہ دراصل طلباء کے درس و قیام کے لیے تعمیر کیے جاتے تھے، جہاں دور دراز سے آئے مسافر طلباء قیام کرتے تھے۔ہندوستان کے قدیم اسلامی شہروں میں قدم قدم پر آپ کو وسیع و شاندار مساجد ملیں گی، دلی، آگرہ، لاہور، ملتان، گجرات، احمد آباد، جونپور، حیدرآباد دکن وغیرہ قدیم اسلامی دارالسلطنتوں میں جو عظیم مساجد تعمیر ہوئیں تھیں، جو اب تک باقی ہیں ان کی موجودہ صورت و ہیئت دیکھ کر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ان کا اکثر حصہ تعلیمِ دین کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

قدیم خانقاہیں بھی عموماً تعلیم و تربیت کا اہم مرکز سمجھی جاتی تھیں، جہاں صرف مجاہدۂ نفس و وظائف کو ہی عبادت نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ تزکیۂ نفوس کی تعلیم دی جاتی اور احکاماتِ شریعت پر عمل پیرا ہونے کا بھی درس دیا جاتا تھا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد پہلی صدی ہجری میں ہوگئی تھی لیکن اس کا اثر پورے ہند پر نہیں تھا، بلکہ ہند کے بعض اطراف میں اسلام کی کرنیں ضرور جگمگانے لگیں۔ صحیح معنٰی میں اسلامی حکومت کے قدم ۳۹۰ھ میں سلطان محمود غزنوی کی مجاہدانہ جدّوجہد کی بدولت جمے، سلطان محمود علم دوست اور علماء کا قدر دان بادشاہ تھا، جس کے دربار میں علماء، ادباء، حکماء اور شعراء کا ہجوم رہتا، اسے اپنے حدودِ حکومت میں مدارس قائم کرنے کا بیحد شوق تھا، تاریخِ فرشتہ میں ہے:۴۰۹ھ میں سلطان محمود غزنوی فتحِ قنوج کے بعد غزنی تشریف لائے اور وہاں جامع مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی۔

www.ahnafmedia.com

خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس بادشاہ کا یہ عالم ہو اس کی رعایا میں اس کے ذوق کا کس قدر اثر ہو گا۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ اسی ذوق کا ہی اثر تھا کہ ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کا جال پھیل گیا جس کو قاسم فرشتہؒ نے تاریخ میں بیان کیا ہے جس سے یہی بات مستفاد ہوتی ہے کہ ہندوستان میں مدارس دینیہ کا قیام محمود غزنوی اور ان کے امراء کے توسّط سے داخل ہوا پھر تدریجاً سارے ملک میں مروج ہو گیا اور ہندوستان سے باہر بھی یہی نظام رائج تھا۔ سلطان کے بعد زمامِ حکومت ان کے بیٹے شہاب الدین مسعود کے ہاتھ میں آئی، جو علم پرور شخص تھا جس نے علم کی ترویج کے لیے اپنی سلطنت میں بہت زیادہ مساجد و مدارس تعمیر کروائے۔ چنانچہ مورخ فرشتہ لکھتا ہے: ''انہوں نے اپنے مقبوضہ ممالک میں اپنی سلطنت کے اوائل میں اتنے مساجد و مدارس کی بنیاد ڈالی کہ زبان ان کے شمار سے عاجز اور قاصر ہے''

جب حکومتِ ہند خاندانِ غوری میں منتقل ہوئی تو مصنف تاج المآثر کے بیان کے مطابق سلطان شہاب الدین غوری نے ۵۸۷ھ میں اجمیر فتح کیا جہاں انہوں نے متعدد مدارس قائم کیے جو ہندوستان کے قدیم ترین مدارس میں شمار ہوتے ہیں۔ ۶۰۷ھ میں جب شمس الدین التمش تخت نشین ہوا تو اس نے بھی دہلی میں متعدد مدارس تعمیر کروائے جسے قطب الدین ایبک نے لاہور کے بعد ہندوستان کا دارالسلطنت قرار دے دیا تھا، قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کا مشہور و معروف مدرسہ ُمعزّیٰ اسی عہد کی یادگار ہے، جس کے مدرس مولانا بدرالدین اسحاق بخاری تھے جو علومِ عقلیہ و نقلیہ میں اپنے وقت کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ اسی عہد میں دہلی میں ایک اور مشہور و کبیر مدرسہ کا پتہ چلتا ہے، جو مدرسہ ناصریہ کے نام سے موسوم تھا، جو کہ ناصر الدنیا والدّین شہزادہ محمود بن سلطان شمس الدین التمش کے نام پر قائم کیا گیا تھا۔ طبقاتِ ناصری کے مصنف سراج الدین عفیف اس مدرسہ کے مہتمم اور نگران تھے۔ مدرسہ فیروز شاہی کے نام

www.ahnafmedia.com

سے ایک اور عظیم الشان مدرسے کا تاریخ میں ذکر ہے جو دہلی کا سب سے مشہور اور اپنے عہد کا زبردست مدرسہ تھا، جسے فیروز شاہ نے فیروز آباد دہلی میں ۷۵۳ھ میں قائم کیا تھا۔ ضیاء برنی نے اس کی تعریف میں صفحات سیاہ کیے ہیں، لکھتا ہے: ''یہ مدرسہ اپنی شان و شوکت، خوبیٔ عمارت و موقع اور حسن انتظام و تعلیم کے لحاظ سے تمام مدارسِ ہند میں سب سے بہتر اور عمدہ ہے، مصارف کے لیے شاہی وظائف مقرر ہیں۔''

مدرسہ سے متصل مسجد تھی، مولانا جلال الدین رومی اس میں مدرس دینیات تھے۔ اس کے علاوہ دہلی میں درج ذیل مشہور اور عظیم الشان مدارس موجود تھے۔ مدرسہ بالابند آب سیری، یہ مدرسہ ایک شاہی عمارت میں واقع تھا، جس کے حسن کا کوئی عمارت مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ مدرسہ خیر المنازل جسے عہدِ اکبری میں ماہم بیگم نے ۹۶۹ھ میں پرانے قلعہ کے پاس مغربی دروازے کے مقابل تعمیر کرایا تھا۔ دلی کی جامع مسجد کے جنوبی رخ پر دارالبقاء کے نام سے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم تھا، جس کی بنیاد اندازاً ۱۰۶۰ھ میں رکھی گئی۔ دلی کا سب سے آخر الذکر اور مشہور مدرسہ شاہ عبدالرحیم دہلوی والدِ بزرگوار شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہما الرحمۃ کا ہے۔ اسی مدرسہ کی آغوش میں شاہ ولی اللہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، شاہ اسمٰعیل، شاہ اسحاق، شاہ عبدالقادر وغیرہ جید کبار اہلِ علم پڑھ کر جواں ہوئے ہیں، یہی وہ عظیم مدرسہ ہے جہاں سے پورے ہند میں حدیث کے چشمے پھیلے۔

علامہ مقریزی نے اپنی مشہور کتاب ''کتاب الخُطط'' میں لکھا ہے ''چودھویں صدی عیسوی میں محمد تغلق کے دور میں صرف دہلی شہر میں ایک ہزار مدرسے تھے۔'' کیپٹن ہیلیگزن ہملٹن مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں ۱۶۹۹ء میں اس خطے میں آئے تھے، انہوں نے اپنے سفر نامے میں لکھا۔ '' صرف ٹھٹھہ شہر میں مختلف علوم و فنون کے چار سو مدارس تھے۔'' کیئر ہارڈی نے میکس پولر کے حوالے سے

www.ahnafmedia.com

تحریر کیا ہے۔" انگریزوں کی علمداری سے قبل بنگال میں اسّی ہزار مدرسے موجود تھے، تقریباً ہر چار سو افراد کے لیے ایک مدرسہ تھا۔"

لاہور کی وزیر خان مسجد جو مدرسہ کام بھی دیتی تھی آج تک اپنی علمی خدمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہند کے مشہور شہر فتح پور کا ایک مشہور مدرسہ ابوالفضل آج بھی اپنی پوری تب و تاب کے ساتھ قائم ہے جو شاہی محل کی عمارتوں کے بالکل قریب ہے۔ جہانگیر کی علم دوستی سے کون ناواقف ہے؟ جس نے ہندوستان کے قدیم خستہ و غیر آباد مدارس کو جو پرندوں اور جانوروں کا مسکن بنے ہوئے تھے طلباء و علماء سے بھر دیا۔ امروہہ شہر کے قریب ایک مشہور مقام جو دارانگر کے نام سے موسوم ہے اس میں ایک مشہور مدرسہ مدرسہ دارانگر کہلاتا ہے، جسے نجیب الدولہ نے قائم کیا تھا، اس جامعہ سے بہت سے طلباء نے کسبِ فیض کیا اس مدرسہ میں خصوصیت کے ساتھ فرنگی محل کے اکثر فارغ التحصیل اشخاص تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

رامپور کے مدرسہ عالیہ جو اب تک قائم ہے، نواب فیض اللہ خان نے مولانا بحر العلوم کو رامپور بلا کر اس مدرسہ کا صدر مدرس بنا دیا، ہندوستان کے مشہور عالم ملّا حسن بھی اسی مدرسہ میں عرصہ تک مدرّس رہے۔ اودھ کے مدارس میں مدرسہ سہالی، مدرسہ شاہ پیر محمد کاٹیلہ اور لکھنو کا عظیم الشان مدرسہ فرنگی محل جس کا نام درسی کتابوں میں آج بھی لکھا ہوا موجود ہے۔ دکّن کے مدارس میں مدرسۂ بدر، مدرسہ گلبرگہ مدرسہ آثار شریف، مدرسہ بغداد (احمد نگر)، مدرسہ خاندیس، مدرسہ دولت آباد۔ ملتان کے مدارس میں سے مدرسہ فیروزی، مدرسہ ملتان ایسے عظیم مدارس تعلیم دین کے لیے ہندوستان میں علم کی شمع روشن کیے ہوئے تھے۔

یہ ان چند مدارس کا مختصر تذکرہ ہے جو انگریزی تسلط سے قبل برصغیر میں علم وعرفان کے نور سے لوگوں کے سینے منور کر رہے تھے۔ انہی مدارس کا فیض تھا کہ یہاں

www.ahnafmedia.com

تعلیم عام تھی، لوگوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی، جاگیر داروں نے فروغِ دین کے لیے اپنی جاگیریں مدارس کے نام الاٹ کرا رکھی تھیں تاکہ مدارس پر کسی قسم کا بوجھ نہ پڑے اور تعلیم میں کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی نہ ہو۔ علماء و مدرسین کے وظائف حکومت نے مقرر کر رکھے تھے جس کی وجہ سے وہ فکرِ معاش سے آزاد ہو کر تعلیم و تعلّم کے فریضے کو بخوبی انجام دیتے تھے۔ انہی مدارس کی برکت سے لوگوں میں دینی جذبہ و شعور پیدا ہوا اور یہاں کے عام لوگوں کا اخلاق و کردار اعلیٰ اقدار کا حامل تھا، جو دیگر اقوام کے لیے ایک بہترین نمونۂ عمل تھا، اس کا اعتراف خود یورپی مؤرخین نے کیا ہے۔ چنانچہ مغل بادشاہ جہانگیر کے دور میں انگریز سفیر تھامس کرو یہاں آئے۔ وہ ہندوستان کی تہذیب و تمدّن کو دیکھ کر دنگ رہ گئے، انہوں نے کہا:

"یہاں ہر شخص میں مہمان نوازی اور خیرات کرنے کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ صنفِ نازک پر زیادہ سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے۔ اس کی عزت، عصمت اور عفت کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہ ایسے اوصاف ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہم اس قوم کو غیر مہذب اور غیر متمدّن نہیں کہہ سکتے اور ایسی صفات کی موجودگی میں ہندوستان کو یورپی اقوام سے کسی طرح کم تر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر ہندوستان اور انگلستان کے درمیان تہذیب و تمدّن کی تجارت کی جائے تو مجھے کامل یقین ہے کہ ہندوستان سے تمدّن کی جو کچھ درآمد انگلستان میں ہوگی اس سے انگریزوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔"

اس بیان سے اس نظریئے کی بھی نفی ہو جاتی ہے کہ برصغیر انگریز کی آمد سے قبل جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور یہاں کوئی تعلیمی و تربیتی نظام موجود نہیں تھا۔ حالانکہ یہاں کی اخلاقی و علمی اقدار پوری روئے زمیں پر نایاب تو نہیں کم یاب ضرور تھے۔

www.ahnafmedia.com

مہر کی اہمیت

مولانا محمد ساجد مظاہری

مہر محض ایک نمائشی، فرضی اور رسمی چیز نہیں کہ بوقت عقد قلیل یا کثیر مقدار میں طے کر لیا جائے اور بس؟ مہر عورت کا مالی حق ہے اور اس کا قرض ہے اور جس طرح دوسروں کے قرض کی ادائیگی لازمی اور ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح بعینہ عورت کے حق مہر کی ادائیگی لازم اور ضروری ہے۔

اور جب کسی دوسرے سے قرض لے کر معافی کی درخواست نہیں کی جاتی، بلکہ حسب موقع و سہولت قرض ادا کیا جاتا ہے تو شب زفاف میں ہی دست بستہ بیوی سے مہر کی معافی کی درخواست چہ معنی دارد؟ یہ تو معاملات، قرض کے اصول، مرد کی مردانگی، اس کی شرافت اور غیرت کے بھی خلاف ہے۔

ادائیگی بھی عملاً ہو کہ مہر کی رقم پیش کر دی جائے، وہ چاہے تو لے لے اور چاہے واپس کر دے، اگر مہر پیش نہ کیا گیا اور عورت کو معلوم ہے کہ مہر ملنے والا تو ہے نہیں، اس لیے معاف ہی کر دے تو اس معافی کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز ادائیگی کی نیت بھی ہو، اگر نکاح کیا اور مہر نہ دینے کی نیت کر رکھی ہے تو حدیث میں ایسے شخص کو زانی کہا گیا ہے "من نکح امراۃ وھو یرید أن یذھب بمھرھا فھو زان یوم القیمۃ"۔

جو دنیادار ہیں ان کا تو ذکر ہی کیا، خواص اور وہ جو خود کو دین دار سمجھتے ہیں، ذرا غور فرمالیں کہ نکاح کے برسہا برس بعد بھی اپنی بیوی کا کل یا بعض مہر ادا کیا ہے؟

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَة فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا (آیت:4، النساء)

ترجمہ: اور تم بیویوں کو مہر خوشی سے دے دیا کرو، لیکن اگر وہ خوش دلی سے

www.ahnafmedia.com

تمہارے لیے اس میں سے کوئی حصہ چھوڑ دیں تو تم اسے ہنسی خوشی کھاؤ۔

تشریح وتوضیح:

طاقت ور آدمی تو اپنے زور بازو کے بل پر حقوق حاصل کرلیتا ہے اور مد مقابل کو بھی اس کے تن وتوش وزور آوری کی بنا پر اس کے حقوق کی ادائیگی کی فکر لگی رہتی ہے مگر جن افراد واشخاص کو خاندان وسماج کا کمزور حصہ سمجھا جاتا ہے ان کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت وکوتاہی ہوتی ہے۔

شریعت مطہرہ ایسے لوگوں کے حقوق کی تاکید کرتی رہتی ہے، چناں چہ قرآن شریف کی مذکورہ آیت میں بھی اسی طرح کے عورتوں کے ایک حق اور مہر کا تذکرہ ہے۔زمانہ جاہلیت میں مہر سے متعلق کئی طرح کی زیادتیاں کی جاتی تھیں۔

جس لڑکی سے نکاح کیا ہے اگر وہ یتیم ہے، رشتہ دار ہے اور اپنی پرورش میں ہے تو اس کو مہر بالکل دیتے ہی نہ تھے... اس کی اصلاح کی گئی ہے کہ مہر ضرور دے دیا کرو۔اگر مطالبے یا کسی اور وجہ سے دینا بھی پڑتا تو بادِل ناخواستہ اور تاوان سمجھ کر دیتے، اس کی اصلاح کی گئی کہ دیگر معاملات کی طرح مہر بھی بطیبِ خاطر، رغبت و خوش دلی کے ساتھ ادا کر دیا کرو، ان کا حامی اور تقاضہ کرنے والا کوئی موجود ہو یا نہ ہو۔

لڑکی کے کچھ سرپرست واولیا شوہر سے مہر کی رقم از خود وصول کرتے اور لڑکی کو کچھ نہ دیتے... اس بارے میں فرمایا کہ مہر لڑکی کا حق ہے اگر تم نے وصول کرلیا ہے تو لڑکی کو ہی دے دو، اس کی اجازت کے بغیر اپنے تصرف میں لانا ناجائز ہے۔

بیوی اگر دیا ہوا مہر، شوہر کو کل یا بعض حصہ ہبہ کرتی یا معاف کرتی ہے، جس کو ابراء کہا جاتا ہے تو وہ اس کا لینا گناہ سمجھتے... اس پر فرمایا کہ بلا جبر واکراہ اپنے اختیار و رضامندی وخوش دلی سے اگر وہ معاف کر دے یا ہبہ کر دے تو اس کے استعمال میں

www.ahnafmedia.com

چنداں مضائقہ نہیں، یہ تو حلال و پاکیزہ مال ہے، جو بلا مشقت تم کو حاصل ہوا۔

لطیفہ:

سیدنا حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو جائے اور علاج کے باوجود فائدہ نہ ہو تو بیمار کو چاہیے کہ اس نے بیوی کو جو مہر دیا تھا اس میں سے کچھ رقم مانگ لے، اگر وہ خوش دلی سے دے دے تو اس رقم کا شہد خرید کر اس کو بارش کے پانی میں ملا کر نوش کر لے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اس کو شفا حاصل ہو جائے گی۔ کیوں کہ یہاں ہنی، مریئ، شفاء اور ماء مبارک جمع ہو گئے ہیں فاذا اجتمعت ھذہ الاشیاء یرجی لہ الشفاء۔ (بحر العلوم ص:333)

مہر کا حکم:

حضرات فقہاء اور ائمہ کرام کے نزدیک مہر واجب ہے، بوقت نکاح، مہر کا تذکرہ ہو یا نہ ہو۔ قفّال مروزی جیسے حضرات مفسرین کے نزدیک مہر کے بنا نہ نکاح درست ہے اور نہ صحبت۔ ان الفروج لا تستباح الا بعوض یلزم۔

(محاسن التاویل ص:228)

مہر کے اقسام:

1: جس مہر کا فوری طور پر دینا طے پائے اس کو مہر معجل (نقد) کہتے ہیں۔

2: فی الحال جس مہر کی ادائیگی کا وعدہ نہ ہو اور آئندہ کسی مدت میں ادائیگی مفہوم ہوئی ہو تو وہ مہر موٴجل (اُدھار) ہے۔

جہاں معجل اور موٴجل کا کوئی تذکرہ ہی نہ ہو، وہاں عرف عام کا اعتبار ہے، اس ماحول اور معاشرے میں جتنا معجل لیا جاتا ہو تو معجل لیا جائے گا، اور جتنا موٴجل لیا جاتا ہو تو موٴجل لیا جائے گا۔

www.ahnafmedia.com

شرع محمدی یا مہر مسنون:

اس مہر کو کہتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عملاً ثابت ہو، البتہ بعض علاقوں میں اس سے مہر فاطمی اور بعض علاقوں میں اقل مہر مراد ہوتا ہے۔ بایں صورت عرف کا اعتبار ہو گا۔

مہر کی مقدار:

مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہیں اور اس زمانے میں دس گرام کے تولہ کے حساب سے تین تولہ 618 ملی گرام چاندی۔ بازار میں چاندی کا جو بھی ریٹ ہو اس کے حساب سے رقم مقرر کی جائے گی۔

نکاح کرنے والے کے حالات، وسعت و استطاعت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، اس لیے شریعت مطہرہ نے مہر کی کثیر مقدار متعین نہیں کی، مگر پسندیدہ نکاح وہی ہے جس میں کم از کم مہر متعین کیا گیا ہو اور قابل تقلید مہر فاطمی ہے۔

مہر کے مسائل:

جو مہر نام آوری اور شہرت کے لیے ہو اور اپنی حیثیت سے زیادہ ہو تو ایسا مہر شرعاً ناپسندیدہ ہے۔ اگر وسعت کے باوجود کسی نے مہر ادا نہ کیا اور نہ عورت نے معاف کیا تو قیامت میں ماخوذ ہو گا۔ (فتاوی محمودیہ 7/418)

جب عورت مرنے لگتی ہے تو کہتے ہیں کہ مہر معاف کر دے۔ اس طرح معاف کرانا بڑی سنگ دلی کی بات ہے۔

اسی طرح شوہر کے انتقال پر عورت کو مجبور کیا جاتا ہے کہ مہر معاف کر دے۔ اگر لوگوں کے اصرار پر اور شرما شرمی میں وہ معاف بھی کر دے تو اس معافی کا اعتبار نہیں جب تک خوش دلی سے نہ ہو۔

www.ahnafmedia.com

بوقت نکاح بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ مہر شریعت کے اعتبار سے ایک اصول کو پورا کرنا ہے، لینا دینا تو ہے نہیں، یہ جہالت کی بات ہے، مہر رسمی چیز نہیں، اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

مہر اگر موٴجل ہے تو حسب سہولت ادائیگی کی اجازت ہے، اس لیے پہلی رات میں مہر ادا کیے بغیر صحبت کو ناجائز سمجھنا غلط اور بے اصل ہے۔

افسوس! امت کا موجودہ طرز عمل تو آیت شریفہ کے خلاف ہی نظر آتا ہے۔ امت میں موجود برائیوں میں سے ایک اجتماعی برائی مہر کا ادا نہ کرنا بھی ہے، ایک ایسی برائی جس کی طرف سے مسلسل غفلت ہے۔ ایک ایسی برائی جس کے خلاف نہ زبان استعمال ہو رہی ہے اور نہ قلم۔ نہ کسی شاعر نے اپنی نظم کا عنوان بنایا اور نہ مضمون نگار نے قابل التفات سمجھا۔

واعظین قوم، مصلحین امت، فقہا و خطبا، نکاح خواں، ائمۂ کرام، اصلاح معاشرہ کے لیے کام کرنے والے حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اس بارے میں امت کی رہبری فرمائیں اور مہر کی ادائیگی کی اہمیت سے لوگوں کو واقف کرا کر، اس کی ادائیگی کو یقینی بنائیں۔

مساوات اور عورت کو مرد کے برابر درجہ دلانے کے نام پر دنیا بھر میں مختلف تنظیمیں، ادارے، افراد کام کر رہے ہیں اور حقوق نسواں کے نام پر جابجا کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں۔ ریزولیشن، قرار دادیں، تجاویز اور بل پاس کیے جا رہے ہیں، کتابیں اور لٹریچر، اخبارات میں مضامین اور آرٹیکل شائع کیے جا رہے ہیں، ان تمام تر وسائل کے ساتھ اسلام سے نفرت پیدا کرنے کی خاطر یہ پروپیگنڈہ بھی جاری ہے کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق محفوظ نہیں اور نہ اسلام نے عورت کی قدر کی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ واقعتاً دنیا کی اس حسین ترین اور وقیع شی کو اسلام سے زیادہ رفعت کسی

www.ahnafmedia.com

اور مذہب نے نہیں دی۔

سوچیے! صنف نازک کی اس سے زیادہ توہین و تذلیل اور کیا ہو گی کہ بابل سے تلک کے نام پر دی گئی کثیر رقم، جہیز کے نام پر دیا گیا کثیر ساز و سامان اگر دلہن کو نہ دیا گیا ہو تو اپنے مجازی خدا کی دلبر نہ بن سکے، کتنا بے وقعت اور بے حیثیت کیا گیا اس وقیع شے کو۔

تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہو:

مذہب اسلام نے اس قدر گراں بہا، نفیس اور قابل قدر گردانا کہ وہ عورت کو کچھ رقم یا اس کی قیمت کا کچھ ساز و سامان (گفٹ) بطور نذرانہ، تالیف قلب اور بغرض اکرام و اعزاز (ابانة لشرف المحل) براہ راست عورت کو پیش کرے۔

یہ اس بات کی علامت ہے کہ مرد اس کا طالب اور خواست گار ہے اور عورت رانی اور ملکہ اور وہ اپنی حیثیت کے موافق اس کا اعزاز و اکرام کر رہا ہے، اس انمول اور بیش قیمت شے کے حصول پر اظہار مسرت اور تشکر و امتنان کے لیے سنت قرار پایا کہ وہ دوست و احباب، اعزا و اقربا کو حسب استطاعت کھانا کھلائے، جس کو دعوت ولیمہ کہا جاتا ہے۔ آنے والی دلہن کے استقبال اور اس کو نذرانہ پیش کرنے کی نظیر مذہب اسلام کے علاوہ کیا دنیا کے کسی اور مذہب میں ملے گی؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ عورت کو یہ عزت اسلام اور صرف اسلام نے دی ہے، مگر افسوس کہ عورت کو دیے گئے اس اعزاز و امتیاز کو ہم دنیا کو سمجھانے سے قاصر رہے۔

حوالہ جات:

معارف القرآن 198/2، تفسیر ماجدی 693/1، القرطبی 26/5، 17/5، محاسن التاویل ص:228، ردالمحتار ص:101، جواہر الفقہ 150/4.

www.ahnafmedia.com

حضرت جگر مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

نعیم خان، لاہور

خواجہ عزیز الحسن مراد آبادی جگر کے گہرے دوست تھے۔ مشاعروں میں بھی جگر کے ساتھ شریک ہوتے۔ بڑے باکمال اور قادرالکلام شاعر تھے۔ عشقِ حقیقی کے قائل تھے اور مجاز کے پردے میں حقیقت بیان کرتے۔ خواجہ صاحب کا تخلص "مجذوب" تھا۔ ان کی شاعری کا مجموعہ "کشکولِ مجذوب" کے نام سے طبع ہو چکا۔

یہ خواجہ صاحب مولانا اشرف علی تھانوی کے مرید تھے۔ ان سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ مولانا تھانوی کو اپنا یہ شعر سنایا۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

مولانا نے اس پر خوب داد دی اور انعام سے نوازا۔ انہی خواجہ صاحب نے جگر کو بھی مولانا تھانوی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا مشورہ دیا۔ جگر صاحب خود تو مولانا کی خانقاہ (تھانہ بھون) حاضر نہ ہوئے۔ ایک سفید کاغذ پر اپنا یہ فارسی شعر لکھ بھیجا۔

بہ سرِ تو ساقی مستِ من آید سرورِ بے طلبی خوشم
اگرم شراب نمی دھدبہ خمارِ تشنہ لبی خوشم

(اے میرے مدہوش ساقی! تیرے دل میں یہ بات ہے کہ میں تجھ سے کچھ نہ مانگوں۔ ٹھیک ہے اگر تو مجھے شراب نہیں دیتا تو میں اِسی تشنہ لبی کے خمار میں ہی خوش ہوں)

چنانچہ یہ خط مولانا کی خدمت میں پہنچایا گیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے لیے فارسی اجنبی نہیں تھی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا نے بچپن میں قرآنِ پاک

www.ahnafmedia.com

حفظ کیا۔ اس کے بعد ذاتی شوق سے فارسی پڑھی۔ اس دوران عربی تعلیم شروع ہونے سے پہلے کچھ عرصہ فارغ گزارا۔ فرصت کے اِن دنوں میں مولانا نے ایک فارسی مثنوی ”زیروبم“ کے عنوان سے تخلیق کی۔ یہ مولانا کا بچپن تھا۔ اُس زمانہ میں فارسی کا معیار بھی بہت اونچا ہوا کرتا تھا۔ (یہ انیسویں صدی کے اواخر کی بات ہے جبکہ مولانا کا انتقال ۱۹۴۳ء میں ہوا۔) مولانا تھانوی خود بھی اشعار کا نہایت عمدہ اور نفیس ذوق رکھتے تھے۔ مثالیں اُن کے ملفوظات میں بکثرت بکھری پڑی ہیں۔ مولانا کے خلفاء و مریدین میں سے بھی اکثر صاحبِ دیوان ہوئے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے جگر کے خط کو پڑھا تو ان کی مراد سمجھ گئے۔ اس کے بعد انھوں نے کاغذ کے دوسری جانب مندرجہ ذیل شعر لکھ کر جگر کو واپس بھجوادیا۔

نہ بہ نثرِ نا تو بے بدل، نہ بہ نظم شاعر خوش غزل
بہ غلامی شہہ عزوجل و بہ عاشقی نبیؐ خوشم

(اے جگر تیرا تو یہ حال ہے لیکن میرا یہ حال ہے کہ نہ میرا کسی عظیم ادیب کی تحریر میں دل لگتا ہے اور نہ ہی مجھے کسی بڑے شاعر کی شاعری خوش کرتی ہے۔ بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں اور اپنے پیارے نبی ﷺ کی غلامی میں ہی خوش رہتا ہوں)

قدرت کو جب کسی ہدایت کا انتظام کرنا منظور ہو تو اس کے لیے وہ اسباب بھی خود مہیا کرتی ہے۔ یہ خط جب جگر صاحب کے پاس پہنچا تو اُن کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور وہ دیر تک روتے رہے۔

اگلے ہفتے وہ خواجہ صاحب کی معیت میں مولانا کی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ مولانا صاحب شاید پہلے ہی سے منتظر تھے۔ توبہ ہوئی اور بیعت بھی۔ اس کے بعد جگر نے مولانا سے چار دعائوں کی درخواست کی۔ ایک یہ کہ وہ شراب چھوڑ دیں۔ دوسرے ڈاڑھی رکھ لیں، تیسرے حج نصیب ہو جائے اور چوتھے یہ کہ ان کی مغفرت ہو جائے۔

www.ahnafmedia.com

مولانا نے جگر کے لیے یہ 4 دعائیں کیں اور حاضرینِ محفل نے آمین کہی۔ بعد ازاں مولانا تھانوی نے جگر سے کچھ سنانے کی فرمائش کی۔ جگر نے محفل میں نہایت سوز و گداز سے اپنی یہ غزل سنائی۔

کسی صورت نمودِ سوزِ پنہانی نہیں جاتی
بجھا جاتا ہے دل چہرے کی تابانی نہیں جاتی
صداقت ہو تو دل سینوں سے کھینچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے، مانی نہیں جاتی
چلے جاتے ہیں بڑھ بڑھ کر مِٹے جاتے ہیں گر گر کر
حضور شمعِ پروانوں کی نادانی نہیں جاتی
وہ یوں دل سے گزرتے ہیں کہ آہٹ تک نہیں ہوتی
وہ یوں آواز دیتے ہیں کہ پہچانی نہیں جاتی
محبت میں ایک ایسا وقت بھی دل پر گزرتا ہے
کہ آنسو خشک ہوجاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی
جگر وہ بھی سرتاپا محبت ہی محبت ہیں
مگر اِن کی محبت صاف پہچانی نہیں جاتی

مولانا اشرف تھانوی جیسے عالمِ دین اور شیخِ وقت کی مانگی ہوئی پہلی تین دعاؤں کی قبولیت تو خدائے پاک نے جگر کو ان کی زندگی میں ہی دکھادی۔ انہوں نے بیعت کے بعد شراب بالکل چھوڑ دی۔ چونکہ کثرتِ مے نوشی کی عادت تھی لہٰذا اسے بالکل ترک کرنے سے وہ بیمار ہوگئے اور قلب میں درد رہنے لگا۔ جگر و معدہ میں سوزش ہوگئی جس کی وجہ چہرے اور گردن کی جلد پھٹنے لگی۔

اس موقع پر ماہر ڈاکٹروں کا ایک بورڈ بیٹھا۔ اُس نے مشورہ دیا کہ تھوڑی

www.ahnafmedia.com

مقدار میں اگر شراب جسم کو ملتی رہے تو جسمانی اعضا اپنا کام ٹھیک طرح سے کرتے رہیں گے ورنہ زندگی کا چراغ گُل ہونے کا اندیشہ ہے۔ جگر نے اُن سے پوچھا کہ اگر شراب پیتا رہوں تو کتنا عرصہ جی سکوں گا؟

ڈاکٹر بولے "چند سال مزید اور بس۔"

جگر نے کہا "میں چند سال خدا کے غضب کے ساتھ زندہ رہوں... اس سے بہتر ہے کہ ابھی تھوڑی سی تکلیف اُٹھا کر خدا کی رحمت کے سائے میں مر جائوں۔" لیکن بھلا ہوا اخلاص کا کہ خدائے پاک نے جگر کے الفاظ کی لاج رکھ لی اور دیسی علاج سے صحت عطا فرما دی۔ اس دوران لاہور کے مشہور معالج حکیم حافظ جلیل احمد مرحوم سے بھی علاج ہوتا رہا۔

دوسری دعا یہ تھی کہ ڈاڑھی رکھ لیں۔ یہ بھی پوری ہوئی۔ انھوں نے بیعت کے بعد حلیہ سنت کے مطابق کر لیا اور لباس بھی۔ اس دوران نماز کی بھی عادت ڈال لی۔ تھوڑی دیر مسجد میں بیٹھے رہنے کو بھی اپنا شعار بنا لیا۔ غالباً اسی زمانے کی بات ہے کہ ایک مرتبہ تانگے میں سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ تانگے والا بار بار نہایت ترنم سے یہ شعر پڑھ رہا تھا:

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلماں ہوگیا

تھوڑی دیر بعد تانگے والے نے پچھلی نشست سے ہچکیوں کی آواز سنی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک مولوی صاحب رو رہے تھے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہی جگر مراد آبادی ہیں۔

تیسری دعا حج کے متعلق تھی، یہ بھی قبول ہوئی۔ ۱۹۵۳ء میں جگر کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوگئی۔ حج کے ایام میں ایک اتفاقی حادثے کے سبب جگر کو مدینہ

www.ahnafmedia.com

منورہ میں زیادہ دنوں تک قیام کا موقع بھی مل گیا۔ حج کے بعد جگر صاحب اکثر بے تکلف احباب میں فرمایا کرتے تھے۔ ”میں نے 4 دعائیں کروائی تھیں۔ تین تو میری زندگی میں ہی پوری ہو گئیں اور چوتھی دعا(کہ خدا میری مغفرت کر دے) بھی اِن شاء اللہ قبول ہو گی۔“ جگر صاحب کا اصل میدان غزل تھا۔ اسی میدان کے شاہ سوار تھے لیکن شاید بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ جگر نے کچھ نعتیں بھی کہیں۔ شراب نوشی کے بعد جگر نے جو پہلی نعت کہی اس کی روداد بھی بہت عجیب ہے، چنانچہ جناب ساجد حمید لکھتے ہیں:

اجمیر میں نعتیہ مشاعرہ تھا، فہرست بنانے والوں کے سامنے یہ مشکل تھی کہ جگرؔ صاحب کو اس مشاعرے میں کیسے بلایا جائے، وہ کھلے رند تھے اور نعتیہ مشاعرے میں ان کی شرکت ممکن نہیں تھی۔ اگر فہرست میں ان کا نام نہ رکھا جائے تو پھر مشاعرہ ہی کیا ہوا۔ منتظمین کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ ان کے حق میں تھے اور کچھ خلاف۔

دراصل جگرؔ کا معاملہ تھا ہی بڑا اختلافی۔ بڑے بڑے شیوخ اور عارف باللہ اس کی شراب نوشی کے باوجود ان سے محبت کرتے تھے۔ انہیں گناہ گار سمجھتے تھے لیکن لائق اصلاح۔ شریعت کے سختی سے پابند مولوی حضرات بھی ان سے نفرت کرنے کے بجائے افسوس کرتے تھے کہ ہائے کیسا اچھا آدمی کس برائی کا شکار ہے۔ عوام کے لیے وہ ایک اچھے شاعر تھے لیکن تھے شرابی۔

تمام رعایتوں کے باوجود مولوی حضرات بھی اور شاید عوام بھی یہ اجازت نہیں دے سکتے تھے کہ وہ نعتیہ مشاعرے میں شریک ہوں۔ آخر کار بہت کچھ سوچنے کے بعد منتظمین مشاعرہ نے فیصلہ کیا کہ جگرؔ کو مدعو کیا جانا چاہیے۔ یہ اتنا جرات مندانہ فیصلہ تھا کہ جگرؔ کی عظمت کا اس سے بڑا اعتراف نہیں ہو سکتا تھا۔ جگرؔ کو مدعو کیا گیا تو وہ

www.ahnafmedia.com

سر سے پاؤں تک کانپ گئے۔ "میں رند، سیہ کار، بد بخت اور نعتیہ مشاعرہ! نہیں صاحب نہیں"۔

اب منتظمین کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ جگر صاحب کو تیار کیسے کیا جائے۔ ان کی تو آنکھوں سے آنسو اور ہونٹوں سے انکار رواں تھا۔ نعتیہ شاعر حمید صدیقی نے انہیں آمادہ کرنا چاہا، ان کے مربی نواب علی حسن طاہر نے کوشش کی لیکن وہ کسی صورت تیار نہیں ہوتے تھے، بالآخر اصغر گونڈوی نے حکم دیا اور وہ چپ ہو گئے۔

سرہانے بوتل رکھی تھی، اسے کہیں چھپا دیا، دوستوں سے کہہ دیا کہ کوئی ان کے سامنے شراب کا نام تک نہ لے۔ دل پر کوئی خنجر سے لکیر سی کھینچتا تھا، وہ بے ساختہ شراب کی طرف دوڑتے تھے مگر پھر رک جاتے تھے، شیر ازن سے ہمارا رشتہ فراق کا ہے لیکن شراب سے تو نہیں۔

لیکن مجھے نعت لکھنی ہے، شراب کا ایک قطرہ بھی حلق سے اترا تو کس زبان سے اپنے آقا کی مدح لکھوں گا۔ یہ موقع ملا ہے تو مجھے اسے کھونا نہیں چاہیے، شاید یہ میری بخشش کا آغاز ہو۔ شاید اسی بہانے میری اصلاح ہو جائے، شاید مجھ پر اس کملی والے کا کرم ہو جائے، شاید خدا کو مجھ پر ترس آجائے۔

ایک دن گزرا، دو دن گزر گئے، وہ سخت اذیت میں تھے۔ نعت کے مضمون سوچتے تھے اور غزل کہنے لگتے تھے، سوچتے رہے، لکھتے رہے، کاٹتے رہے، لکھے ہوئے کو کاٹ کاٹ کر تھکتے رہے، آخر ایک دن نعت کا مطلع ہو گیا۔ پھر ایک شعر ہوا، پھر تو جیسے بارش انوار ہو گئی۔ نعت مکمل ہوئی تو انہوں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

مشاعرے کے لیے اس طرح روانہ ہوئے جیسے حج کو جا رہے ہوں۔ کونین کی دولت ان کے پاس ہو۔ جیسے آج انہیں شہرت کی سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا ہو۔ انہوں نے کئی دن سے شراب نہیں پی تھی، لیکن حلق خشک نہیں تھا۔ ادھر تو یہ حال تھا دوسری

www.ahnafmedia.com

طرف مشاعرہ گاہ کے باہر اور شہر کے چوراہوں پر احتجاجی پوسٹر لگ گئے تھے کہ ایک شرابی سے نعت کیوں پڑھوائی جارہی ہے۔ لوگ بپھرے ہوئے تھے۔ اندیشہ تھا کہ جگر صاحب ؔ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے یہ خطرہ بھی تھا کہ لوگ اسٹیشن پر جمع ہو کر نعرے بازی نہ کریں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے منتظمین نے جگر کی آمد کو خفیہ رکھا تھا۔ وہ کئی دن پہلے اجمیر پہنچ چکے تھے جب کہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ مشاعرے والے دن آئیں گا۔ جگر آپنے خلاف ہونے والی ان کارروائیوں کو خود دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔

کہاں پھر یہ مستی کہاں ایسی ہستی
جگرؔ کی جگر تک ہی مے خواریاں ہیں

آخر مشاعرے کی رات آگئی۔ جگر کو بڑی حفاظت کے ساتھ مشاعرے میں پہنچادیا گیا۔ "رئیس المتغزلین حضرت جگر مرادابادی"!

اس اعلان کے ساتھ ہی ایک شور بلند ہوا، جگر نے بڑے تحمل کے ساتھ مجمع کی طرف دیکھا... "آپ لوگ مجھے ہوٹ کررہے ہیں یا نعت رسول پاک کو، جس کے پڑھنے کی سعادت مجھے ملنے والی ہے اور آپ سننے کی سعادت سے محروم ہونا چاہتے ہیں"۔ شور کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ بس یہی وہ وقفہ تھا جب جگر کے ٹوٹے ہوئے دل سے یہ صدا نکلی ہے...

اک رند ہے اور مدحتِ سلطان مدینہ
ہاں کوئی نظر رحمتِ سلطان مدینہ

جو جہاں تھا ساکت ہو گیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی زبان سے شعر ادا ہو رہا ہے اور قبولیت کا پروانہ عطا ہو رہا ہے۔ نعت کیا تھی گناہگار کے دل سے نکلی ہوئی

www.ahnafmedia.com

آہ تھی، خواہشِ پناہ تھی، آنسوؤں کی سبیل تھی، بخشش کا خزینہ تھی۔

وہ خود رو رہے تھے اور سب کو رلا رہے تھے، دل نرم ہو گئے، اختلاف ختم ہو گئے، رحمت عالم کا قصیدہ تھا، بھلا غصے کی کھیتی کیونکر ہری رہتی۔

"یہ نعت اس شخص نے کہی نہیں ہے، اس سے کہلوائی گئی ہے"۔ مشاعرے کے بعد سب کی زبان پر یہی بات تھی۔ اس نعت کے باقی اشعار یوں ہیں:

دامان نظر تنگ و فراوانیِ جلوہ
اے طلعتِ حق طلعتِ سلطانِ مدینہ

اے خاکِ مدینہ تری گلیوں کے تصدق
تو خلد ہے تو جنتِ سلطان مدینہ

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروفِ عبادت
دیکھوں میں درِ دولتِ سلطانِ مدینہ

اک ننگِ غمِ عشق بھی ہے منتظرِ دید
صدقے ترے اے صورتِ سلطان مدینہ

کونین کا غم یادِ خدا ور شفاعت
دولت ہے یہی دولتِ سلطان مدینہ

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوتِ سلطان مدینہ

اس امت عاصی سے نہ منہ پھیر خدایا
نازک ہے بہت غیرتِ سلطان مدینہ

کچھ ہم کو نہیں کام جگرؔ اور کسی سے
کافی ہے بس اک نسبتِ سلطان مدینہ

www.ahnafmedia.com

بھڑاس کا شکار

مسعود اختر

ایک صاحب کا کالم بعنوان ''گھریلو تشدد کرنے والوں کا تاریک مستقبل'' مقامی اخبار میں شائع ہوا۔ پس منظر یوں تھا کہ لندن کی ایک مسجد میں ڈومیسٹک وائلنس کے حوالے سے ایک ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا جس میں چیف انسپکٹر پولیس نے جنوبی ایشیا کی خواتین سے خطاب کر کے انہیں اپنے حقوق سے آگاہ کیا۔ اس پروگرام میں کسی عالم دین کی شرکت تک کا بھی کوئی تذکرہ نہیں ملا البتہ صاحب نے کچھ مصلحتوں کے پیش نظر موصوفہ چیف انسپکٹر صاحبہ کو تو معاف کر دیا البتہ کچھ نامعلوم وجوہات کی بنا پر اپنے دل کی ساری بھڑاس بلاوجہ مولوی صاحبان اور مساجد پر نکال دی چند اقتباسات یہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں '' ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ مساجد انتہا پسندی کو فروغ دے رہی ہیں اور دوسری طرف ایشین اور مسلم کمیونٹی اپنے ہر مسئلے کے حل کیلئے مساجد سے رجوع کر رہی ہے۔ جس کی وجہ سے ملا حضرات کی اہمیت بلا ضرورت بڑھائی جا رہی ہے'' وہ لکھتے ہیں: ''اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ جو مولوی کسی خاتون کی مدد کر رہا ہے وہ حلالہ نکالنے کے بارے میں تو نہیں سوچ رہا'' آگے چل کے اس پر مزید روشنی ڈالتے ہیں: ''پچھلے بیس تیس برسوں میں مسلم کمیونٹی مین سٹریم سے ہٹتے ہٹتے مساجد تک محدود ہوتی رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مولوی حضرات ہمارے ہر معاملے میں دخل اندازی کرنے لگے ہیں''۔ حضرت علامہ اقبالؒ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''علامہ اقبال نے ملا ازم کے خلاف جدوجہد کی تھی۔ شاعری میں کسی مذہبی لیڈر کو مولانا بہت کم لکھا ہے وہ مولوی کو ملا ہی لکھتے رہے ہیں''۔

درج ذیل سطور میں ہر طرح کے تعصب اور خود غرضی سے بالاتر ہو کر اس

www.ahnafmedia.com

مضمون سے پیدا شدہ چند ایک تحفظات اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہم نے ضروری سمجھا۔

مسجد ہر دور میں اسلامی معاشرے کا ایک اہم ستون رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں ہمیں علیحدہ سے کسی پارلیمنٹ ہاؤس، سپریم کورٹ اور جی ایچ کیو کی عمارت کا وجود نہیں ملتا۔ یہ تمام معاملات مسجد کے پلیٹ فارم سے ہی سرانجام دیے جاتے تھے۔ مسجد عبادت کی جگہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام کا شعار اور معاشرے میں مسلمانوں کے وجود کی علامت بھی ہے۔ اگر برطانوی خاتون پولیس افسر ہماری مساجد میں آکر قانونی حوالے سے ہماری خواتین کی راہنمائی کرتی ہیں تو ہمارے لئے باعث فخر ہونا چاہیئے نہ کہ وجہ اعتراض۔

مساجد انتہا پسندی کو فروغ نہیں دے رہیں۔ اس طرح کے الزامات سے مساجد کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایسی جگہ کالم نگار صاحب کے علم میں ہے جو مسجد کے نام پر انتہا پسندی پھیلا رہی ہے تو اس کی نشاندہی کریں یا سیکیورٹی اداروں کو مطلع کریں تاکہ ان کے خلاف کاروائی کی جاسکے۔ بلا تخصیص سب مساجد پر انتہا پسندی کا مبہم سا الزام باعث تشویش ہے۔ مساجد کی اہمیت اور وقار کو بحال رکھنا ہم سب کی منصبی ذمہ داری ہے۔ اگر کہیں خامیاں ہیں تو اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر مسلمان کمیونٹی مذہبی حوالے سے پیش آمدہ مسائل کے حل کیلئے مساجد سے رجوع کرتی ہے تو اس میں بھی کوئی ذرا بھر قباحت نہیں بلکہ مسائل کے حل کی صحیح سمت یہی ہے۔ سیاستدان، صحافی، علماء و مشائخ، تکنیکی شعبوں کے ماہرین اور معاشرے کے دیگر طبقات میں سے ہر ایک کو اپنی حیثیت اور مقام کے مطابق احترام ملنا چاہیے۔ لیکن علماء کے احترام پر بے جا اعتراض سے بھی خدا واسطے کے بیر کی بو آتی ہے۔ موصوف کو خدشہ ہے کہ عورت دینی مسائل کیلئے اگر علماء سے رجوع کرے تو حلالہ کی شکل میں جنسی ہوس کا شکار نہ ہو جائے۔ اسی بنا پر تمام علماء کو شک کی نگاہ سے دیکھنا بھی سوئے

www.ahnafmedia.com

ظن کے سوا کیا ہے؟اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ لوگ علماء کا روپ دھار کے لادینیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔انہیں" علماء سو" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ ایسی کالی بھیڑیں کس طبقہ میں موجود نہیں؟وکلاء، صحافی، ڈاکٹر، جج یا سیاستدان سبھی میں اکا دکا ایسی مثالیں ملتی ہیں۔اس وجہ سے بلا امتیاز سب برادری کو ہی مورد الزام ٹھہرانا کہاں کی دانشمندی ہے؟بقول کالم نگار صاحب بیس تیس سالوں سے لوگوں کا رجحان مساجد کی طرف زیادہ ہو گیا ہے۔یہ تو خوشی کا مقام ہے نہ کہ سوگ اور پریشانی کا یہ بھی خلاف حقیقت بات ہے کہ ہماری کمیونٹی کچھ سالوں سے مین سٹریم سے کٹ کے صرف مساجد تک محدود ہو رہ گئی ہے۔لارڈز، ممبرز پارلیمنٹ، کونسلرز، علماء، ڈاکٹرز، انجینئرز اور تکنیکی امور کے ماہرین برطانوی معاشرے میں اپنا بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔مسجدیں اپنے ہاں آنے والوں کو وہ جذبہ عطا کرتی ہیں کہ جس سے خدا خوفی اور دیانتداری کے ساتھ معاشرے میں اپنے فرائض منصبی ادا کر سکیں۔جہاں تک اقبالؒ کی شاعری کا تعلق ہے۔وہ ایک مرد درویش اور مصلح تھے۔انہوں نے کرپٹ حکمرانوں، جاہل صوفیا، علماء سو اور معاشرے کے ہر بے اعتدال طبقے کی خوب خبر لی۔وہ خود علماء حق اور صوفیا کی مجالس میں بیٹھتے اور اکتساب فیض کرتے تھے بلکہ مولانا روم کو اپنا روحانی مرشد مانتے تھے۔اور علمائے دیوبند سے ان کے نیاز مندانہ تعلقات اور عقیدت و احترام کا جذبہ ناقابل فراموش ہے۔مولوی کے بارے میں اقبال کا تصور یہ تھا کہ وہ صرف ظاہری کتب کا عالم ہی نہ ہو بلکہ کسی شیخ کی بارگاہ کا فیض یافتہ بھی ہو۔فرماتے ہیں:مولوی ہر گز نہ شد۔۔۔۔مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد

چونکہ مولانا جلال الدین رومیؒ کی علمی فقاہت اور روحانی بصیرت میں نکھار حضرت شمس تبریزؒ کی بارگاہ سے حصول فیض کے بعد آیا لہٰذا اقبالؒ بھی بیک وقت شریعت اور طریقت کے علمبردار علماء کے قدر دان تھے۔

www.ahnafmedia.com

ایں سعادت بزور بازو نیست

معظمہ کنول

کسی زمانے میں بغداد میں جنید نامی ایک پہلوان رہا کرتا تھا۔ پورے بغداد میں اس پہلوان کے مقابلے کا کوئی نہ تھا۔ بڑے سے بڑا پہلوان بھی اس کے سامنے زیر تھا۔ کیا مجال کہ کوئی اس کے سامنے نظر ملا سکے۔ یہی وجہ تھی کہ شاہی دربار میں اس کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور بادشاہ کی نظر میں اس کا خاص مقام تھا۔

ایک دن جنید پہلوان بادشاہ کے دربار میں اراکین سلطنت کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا کہ شاہی محل کے صدر دروازے پر کسی نے دستک دی۔ خادم نے آکر بادشاہ کو بتایا کہ ایک کمزور و ناتواں شخص دروازے پر کھڑا ہے جس کا بوسیدہ لباس ہے۔ کمزوری کا یہ عالم ہے کہ زمین پر کھڑا ہونا مشکل ہو رہا ہے۔ اس نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ جنید کو میرا پیغام پہنچادو کہ وہ کشتی میں میرا چیلنج قبول کرے۔

بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ اسے دربار میں پیش کرو۔ اجنبی ڈگمگاتے پیروں سے دربار میں حاضر ہوا۔ وزیر نے اجنبی سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو۔ اجنبی نے جواب دیا میں جنید پہلوان سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ وزیر نے کہا چھوٹا منہ بڑی بات نہ کرو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جنید کا نام سن کر بڑے بڑے پہلوانوں کو پسینہ آجاتا ہے۔ پورے شہر میں اس کے مقابلے کا کوئی نہیں اور تم جیسے کمزور شخص کا جنید سے کشتی لڑنا تمہاری ہلاکت کا سبب بھی ہو سکتا ہے۔ اجنبی نے کہا کہ جنید پہلوان کی شہرت ہی مجھے کھینچ کر لائی ہے اور میں آپ پر یہ ثابت کر کے دکھاؤں گا کہ جنید کو شکست دینا ممکن ہے۔ میں اپنا انجام جانتا ہوں آپ اس بحث میں نہ پڑیں بلکہ میرے چیلنج کو قبول کیا جائے۔ یہ تو آنے والا وقت بتائے گا کہ شکست کس کا مقدر ہوتی ہے۔

www.ahnafmedia.com

جنید پہلوان بڑی حیرت سے آنے والے اجنبی کی باتیں سن رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا اگر سمجھانے کے باوجود یہ بضد ہے تو اپنے انجام کا یہ خود ذمہ دار ہے۔ لہٰذا اس کا چیلنج قبول کر لیا جائے۔ بادشاہ کا حکم ہوا اور کچھ ہی دیر کے بعد تاریخ اور جگہ کا اعلان کر دیا گیا اور پورے بغداد میں اس چیلنج کا تہلکہ مچ گیا۔ ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ اس مقابلے کو دیکھے۔ تاریخ جوں جوں قریب آتی گئی لوگوں کا اشتیاق بڑھتا گیا۔ ان کا اشتیاق اس وجہ سے تھا کہ آج تک انہوں نے تنکے اور پہاڑ کا مقابلہ نہیں دیکھا تھا۔ دور دراز ملکوں سے بھی سیاح یہ مقابلے دیکھنے کے لئے آنے لگے۔ جنید کے لئے یہ مقابلہ بہت پر اسرار تھا اور اس پر ایک انجانی سی ہیبت طاری ہونے لگی۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر شہر بغداد میں امنڈ آیا تھا۔

جنید پہلوان کی ملک گیر شہرت کسی تعارف کی محتاج نہ تھی۔ اپنے وقت کا مانا ہوا پہلوان آج ایک کمزور اور ناتواں انسان سے مقابلے کے لئے میدان میں اتر رہا تھا۔ اکھاڑے کے اطراف لاکھوں انسانوں کا ہجوم اس مقابلے کو دیکھنے آیا ہوا تھا۔ بادشاہ وقت اپنے سلطنت کے اراکین کے ہمراہ اپنی کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔ جنید پہلوان بھی بادشاہ کے ہمراہ آ گیا تھا۔ سب لوگوں کی نگاہیں اس پر اسرار شخص پر لگی ہوئی تھیں۔ جس نے جنید جیسے نامور پہلوان کو چیلنج دے کر پوری سلطنت میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ مجمع کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اجنبی مقابلے کے لئے آئے گا پھر بھی لوگ شدت سے اس کا انتظار کرنے لگے۔

جنید پہلوان میدان میں اتر چکا تھا۔ اس کے حامی لمحہ بہ لمحہ نعرے لگا کر حوصلہ بلند کر رہے تھے۔ کہ اچانک وہ اجنبی لوگوں کی صفوں کو چیرتا ہوا اکھاڑے میں پہنچ گیا۔ ہر شخص اس کمزور اور ناتواں شخص کو دیکھ کر محو حیرت میں پڑ گیا کہ جو شخص جنید کی ایک پھونک سے اڑ جائے اس سے مقابلہ کرنا دانشمندی نہیں۔ لیکن اس کے

www.ahnafmedia.com

باوجود سارا مجمع دھڑکتے دل کے ساتھ اس کشتی کو دیکھنے لگا۔ کشتی کا آغاز ہوا دونوں آمنے سامنے ہوئے۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے گئے۔ پنجہ آزمائی شروع ہوئی اس سے پہلے کہ جنید کوئی داؤ لگا کر اجنبی کو زیر کرتے اجنبی نے آہستہ سے جنید سے کہا اے جنید! ذرا اپنے کام میرے قریب لاؤ۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اجنبی کی باتیں سن کر جنید قریب ہوا اور کہا کیا کہنا چاہتے ہو۔

اجنبی بولا اے جنید! میں کوئی پہلوان نہیں ہوں۔ زمانے کا ستایا ہوا ہوں۔ میں آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ سید گھرانے سے میرا تعلق ہے میرا ایک چھوٹا سا کنبہ کئی ہفتوں سے فاقوں میں مبتلا جنگل میں پڑا ہوا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے شدت بھوک سے بے جان ہو چکے ہیں۔ خاندانی غیرت کسی سے دست سوال نہیں کرنے دیتی۔ سید زادیوں کے جسم پر کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ میں نے اس امید پر تمہیں کشتی کا چیلنج دیا ہے کہ تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے سے عقیدت ہے۔ آج خاندان نبوت کی لاج رکھ لیجئے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آج اگر تم نے میری لاج رکھی تو کل میدان محشر میں اپنے نانا جان سے عرض کر کے فتح و کامرانی کا تاج تمہارے سر پر رکھواؤں گا۔ تمہاری ملک گیر شہرت اور اعزاز کی ایک قربانی خاندان نبوت کے سوکھے ہوئے چہروں کی شادابی کے لئے کافی ہوگی۔ تمہاری یہ قربانی کبھی بھی ضائع نہیں ہونے دی جائے گی۔

اجنبی شخص کے یہ چند جملے جنید پہلوان کے جگر میں اتر گئے۔ اس کا دل گھائل اور آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ سید زادے کی اس پیش کش کو فوراً قبول کر لیا اور اپنی عالمگیر شہرت، عزت و عظمت آل سول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ کی۔ فوراً فیصلہ کر لیا کہ اس سے بڑھ کر میری عزت و ناموس کا اور کون سا موقع ہو سکتا ہے کہ دنیا کی اس محدود عزت کو خاندان نبوت کی اڑتی ہوئی

www.ahnafmedia.com

خاک پر قربان کر دوں۔

اگر سید گھرانے کی مرجھائی ہوئی کلیوں کی شادابی کے لئے میرے جسم کا خون کام آسکتا ہے تو جسم کا ایک ایک قطرہ تمہاری خوشحالی کے لئے دینے کے لئے تیار ہوں۔ جنید فیصلہ دے چکا۔ اس کے جسم کی توانائی اب سلب ہو چکی تھی۔ اجنبی شخص سے پنجہ آزمائی کا ظاہری مظاہرہ شروع کر دیا۔

کشتی لڑنے کا انداز جاری تھا۔ پینترے بدلے جا رہے تھے۔ کہ اچانک جنید نے ایک داؤ لگایا۔ پورا مجمع جنید کے حق میں نعرے لگاتا رہا جوش و خروش بڑھتا گیا جنید داؤ کے جوہر دکھاتا تو مجمع نعروں سے گونج اٹھا۔ دونوں باہم گتھم گتھا ہو گئے یکایک لوگوں کی پلکیں جھپکیں، دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں کھلیں تو ایک ناقابل یقین منظر آنکھوں کے سامنے آگیا۔ جنید چاروں شانے چت پڑا تھا اور خاندان نبوت کا شہزادہ سینے پر بیٹھے فتح کا پرچم بلند کر رہا تھا۔ پورے مجمع پر سکتہ طاری ہو چکا تھا۔ حیرت کا طلسم ٹوٹا اور پورے مجمعے نے سید زادے کو گود میں اٹھالیا۔ میدان کا فاتح لوگوں کے سروں پر سے گزر رہا تھا۔ ہر طرف انعام و اکرام کی بارش ہونے لگی۔ خاندان نبوت کا یہ شہزادہ بیش بہا قیمتی انعامات لے کر اپنی پناہ گاہ کی طرف چل دیا۔

اس شکست سے جنید کا وقار لوگوں کے دلوں سے ختم ہو چکا تھا۔ ہر شخص انہیں حقارت سے دیکھتا گزر رہا تھا۔ زندگی بھر لوگوں کے دلوں پر سکہ جمانے والا آج انہی لوگوں کے طعنوں کو سن رہا تھا۔ رات ہو چکی تھی۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر جنید اپنے بستر پر لیٹا اس کے کانوں میں سید زادے کے وہ الفاظ بار بار گونجتے رہے۔ "آج میں وعدہ کرتا ہوں اگر تم نے میری لاج رکھی تو کل میدان محشر میں اپنے نانا جان سے عرض کر کے فتح و کامرانی کا تاج تمہارے سر پر رکھواؤں گا۔

www.ahnafmedia.com

جنید سوچتا کیا واقعی ایسا ہو گا کیا مجھے یہ شرف حاصل ہو گا کہ حضور سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے یہ تاج میں پہنوں؟ نہیں نہیں میں اس قابل نہیں، لیکن خاندان نبوت کے شہزادے نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ آل رسول کا وعدہ غلط نہیں ہو سکتا یہ سوچتے سوچتے جنید نیند کی آغوش میں پہنچ چکا تھا نیند میں پہنچتے ہی دنیا کے حجابات نگاہوں کے سامنے سے اٹھ چکے تھے ایک حسین خواب نگاہوں کے سامنے تھا اور گنبد خضراء کا سبز گنبد نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہوا، جس سے ہر سمت روشنی بکھرنے لگی، ایک نورانی ہستی جلوہ فرما ہوئی، جن کے حسن و جمال سے جنید کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں، دل کیف سرور میں ڈوب گیا در و دیوار سے آوازیں آنے لگیں اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد ۔ جنید سمجھ گئے یہ تو میرے آقا ہیں جن کا میں کلمہ پڑھتا ہوں۔ فوراً قدموں سے لپٹ گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جنید اٹھو قیامت سے پہلے اپنی قسمت کی سرفرازی کا نظارہ کرو۔ نبی زادوں کے ناموس کے لئے شکست کی ذلتوں کا انعام قیامت تک قرض رکھا نہیں جائے گا۔ سر اٹھاؤ تمہارے لئے فتح و کرامت کی دستار لے کر آیا ہوں۔ آج سے تمہیں عرفان و تقرب کے سب سے اونچے مقام پر فائز کیا جاتا ہے۔ تمہیں اولیاء کرام کی سروری کا اعزاز مبارک ہو۔ ان کلمات کے بعد حضور سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنید پہلوان کو سینے سے لگایا اور اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت خواب میں جنید کو کیا کچھ عطا کیا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اتنا اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے کہ جب جنید نیند سے بیدار ہوئے تو ساری کائنات چمکتے ہوئے آئینے کی طرح ان کی نگاہوں میں آگئی تھی ہر ایک کے دل جنید کے قدموں پر نثار ہو چکے تھے۔ بادشاہ وقت نے اپنا قیمتی تاج سر سے اتار کر ان کے قدموں میں رکھ دیا تھا۔ بغداد کا یہ پہلوان آج سیدنا حضرت جنید بغدادی کے نام سے سارے عالم میں مشہور ہو چکا تھا۔

www.ahnafmedia.com

بیچارے مرد

واجد نواز

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اُس کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کر ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درمکنوں!
مکالمات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن!
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں

عورت تصویر کائنات کا رنگ ہے، عورت دنیا کی خوبصورتی ہے، عورت زمین کا دل ہے، عورت مرکز ثقل ہے، عورت محبت ہے، عورت ماں ہے، عورت بیوی ہے، عورت ایک رات، عورت ایک مصور ہے، عورت جب سامنے آتی ہے تو دنیا کی ساری خوبصورتیاں پیچھے ہٹتی چلی جاتی ہیں حتی کہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں اور نظروں کے سامنے صرف عورت ہی عورت باقی رہ جاتی ہے۔

عورت جب سامنے آجاتی ہے تو ارد گرد کی ساری خوبصورتیاں اس کے جسم میں سمٹ آتی ہیں اور اپنے آپ کو اس جسم میں کھو دیتی ہیں اور ختم کر دیتی ہیں، ایسا تب ہوتا ہے جب ایک عورت، عورت بن کر معاشرہ میں اپنی زندگی بسر کرے، عورت جب حکم چلانے لگے، مردوں کی تذلیل کرے، کوٹھوں پر ناچ گانے کرے، محلات میں گھنگھرو پہن کر شراب نوشی کرے، والدین کی عزت کا جنازہ نکالے۔۔۔ تو اُسے عورت کہلوانے کا حق نہیں بنتا۔

سابق فوجی صدر کے دور میں عورتوں کے حقوق کے لیے بہت کام کیا گیا،

www.ahnafmedia.com

اسی دور میں" حقوق نسواں بل" بھی پاس ہوا جسے پاکستان سمیت پوری دنیا میں خواتین، سول سوسائٹی ہر طبقہ کے افراد کی طرف سے سراہا گیا، جو لوگ آج اس بل کی مخالفت میں بات کرتے ہیں کل تک اس کے حامی تھے۔ ہمارے کچھ سیاستدان تو بیویوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کی حمایت کرتے رہے، اندرون خانہ سب اس بل کے خلاف تھے، مگر کیا کریں "ہوم منسٹری" کی بات تو ماننا پڑتی ہے۔ چلو رات گئی بات گئی۔

بات چل نکلی عورتوں کے حقوق کی تو کیا مرد بیچاروں کی معاشرہ میں کوئی عزت و ناموس ہی نہیں ہے؟ اُف کتنی زیادتی ہے۔

گزشتہ دن ایک دوست نے موبائل میسج بھیجا جو بڑا دلچسپ تھا کہ ایک گھر میں روزانہ شام کے بعد کبھی شوہر تو کبھی بیوی کے ہنسنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، ایک دن محلہ کے کسی شریف نے شوہر نایاب سے آخر پوچھ ہی لیا ہے کہ میاں! کیا ماجرا ہے، تمہارے گھر میں روزانہ ہنسی کا مقابلہ کیونکر ہوتا ہے؟ خوش اخلاق شوہر نے جواب دیا کہ جب بھی وہ رات کو دیر سے واپس آتا ہے بیوی اپنا جوتا اُس پر اچھالتی ہے، اگر درست نشانے پر لگے تو وہ ہنستی ہے اور اگر نشانہ اٹک جائے تو ظاہر ہے میری ہنسی نکل جاتی ہے۔

گزشتہ دنوں فیس بک پر ایک شوہر کی فریادی پڑھنے کو ملی، سربیا سے تعلق رکھنے والے ایک شخص جس کا نام DOSAN تھا، نے دعویٰ کیا کہ وہ دنیا کا واحد انسان ہے جسے بیوی صبح صبح "بلے" سے پٹائی کر کے اُس کا سواگت کرتی ہے۔ سربیا، بلقان ریاستوں میں مردوں کے حوالے سے عمومی تاثر یہی ہے کہ وہ گھر پر رہ کر مفت کی روٹیاں توڑتے ہیں اور ان کی بیویاں ملازمت کر کے گھر کا خرچ چلاتی ہیں۔ سارا دن گھر پر رہنے اور اپنی بیوی کے پیسوں پر گزارا کرنے والے مردوں کو بلقان اور سربیا میں "ماچو" جبکہ پاکستان میں "ٹکریل" کہا جاتا ہے۔

www.ahnafmedia.com

صرف یہی نہیں اگر بیوی کو اپنا شوہر پسند نہ ہو، اچھا نہ لگے، یا پھر خاندانی تناؤ پیدا ہو جائے، بیوی کی ماں کو اپنا داماد کھٹکنے لگے تو پھر عدالت میں تنسیخ نکاح اور خلع جیسے کیسز دائر کر دیے جاتے ہیں، اور وکیل صاحب عورت کے کیس کو مزید مضبوط بنانے کے لیے شوہر نامدار کو کم عقل، پاگل، اپاہج، کند ذہن، شرابی، نشئی، آوارہ، جھگڑالو، بدصورت، مارپیٹ کرنے والا جیسے القابات سے نواز دیتا ہے، کئی بار لو میرج کرنے والی مستورات اپنے بیانات کی ہیر پھیر میں مردوں کو تگنی کی ناچ نچاتی ہیں۔

اگر کوئی شوہر بدقسمتی سے اپنی بیوی کے خلاف عدالت سے رجوع کر بیٹھے تو معاشرہ میں اُسے ذلیل و خوار کر دیا جاتا ہے، الٹا بیوی جوابی دعویٰ دائر کر دیتی ہے، چاہے شوہر سچ اور حق پر ہی کیوں نہ ہو حقوق نسواں کی "زد" میں آکر مار کھا جاتا ہے۔

پاکستان میں گزشتہ دنوں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک بیوی نے اپنے آشنا سے ملکر اپنے شوہر کو خودکش حملہ اور بنا ڈالا۔ مسقط سے آنے والے اس شخص سے جان چھڑانے کیلئے اس کی بیوی نے اپنی تئیں فول پروف منصوبہ بنایا تھا، لیکن ایسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا بچارا شوہر تین سال دیار غیر میں اپنی بیوی و گھر والوں کے سنہرے مستقبل کیلئے دن رات محنت و مشقت میں مصروف تھا لیکن ایسے ناپسند کرنے والی بیوی نے، قانونی راستے سے علیحدگی کے بجائے انتہائی افسوس ناک رویہ اختیار کر کے پوری دنیا میں پاکستانی معاشرے کو جگ ہنسائی کا سبب بنا دیا اور باوفا عورت کے مشرقی تصور کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

زمبابوے سے تعلق رکھنے والی ایک شخص نے اپنی سابقہ محبوبہ کے 62 سالہ محبوب کا دل نکالنے کے بعد کانٹے اور چھری سے کھالیا۔ جنوبی افریقہ میں پیش آنے والے اس واقعے میں اس شخص کو کیپ ٹان سے گرفتار کیا گیا۔ خبر کے مطابق حاسد عاشق نے اپنے انتقام کی آگ میں اپنے رقیب کو مارنے کے باوجود اس کا دل نکال کر چبا

www.ahnafmedia.com

ڈالا۔اسی طرح کی ایک خبر اور بھی نظروں سے گزری کہ سوئس خاتون معذور شوہر کو سیر و تفریح کے بہانے بھارت چھوڑ آئی جہاں ناکافی سہولیات کی بنا پر شوہر کی موت ہوگئی۔عدالت نے خاتون کو بیگم گردی دکھانے پر چار سال کی قید کی سزا سنائی ہے۔

کہاوت ہے کہ ایک شخص پادری کے پاس گیا اور اعتراف گناہ والے ڈبے کے پاس بیٹھ کر بولا ، پادری صاحب! میری بیوی مجھے زہر دینا چاہتی ہے بتائیں کیا کروں؟ وہ بولے میں آپ کی بیوی سے بات کرتا ہوں کل آنا۔اگلے دن وہ گئے اور بولے کیا حکم ہے پادری صاحب؟۔پادری صاحب نے فرمایا کہ کل میں نے دو گھنٹے آپ کی بیوی سے بات کی ہے، بہتر ہے کہ آپ زہر ہی کھالیں۔

بچپن سے ایک کہانی سنتے آرہے ہیں جس میں ماں اور بیٹے کے ساتھ اس کی محبوبہ کا تذکرہ تھا کہ محبوبہ نے اپنے عاشق کو کہا کہ اگر تم مجھ سے دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرتے ہو تو جا اپنا ماں کا دل نکال کر لے آ۔وہ یہ سن کر اپنی ماں کے پاس آتا ہے، اسے قتل کرتا ہے اور اس کا دل چیر کر اپنی محبوبہ کے پاس لے جاتا ہے کہ راستے میں ٹھوکر لگنے سے وہ گر جاتا ہے، ماں کا دل اس کے گرنے پر تڑپ اٹھتا ہے کہ "بیٹا تمہیں چوٹ تو نہیں آئی" بیٹا اسے سنی ان سنی کرکے اپنی محبوبہ کے پاس لے جاتا ہے، محبوبہ یہ دیکھ کر بولتی ہے کہ جو اپنی ماں کا نہ ہوا، وہ میرا کیا ہوگا؟؟؟؟

جب خواتین پر تشدد کے واقعات کے حوالے سے رپورٹس دیکھتے ہیں تو مرد "ظالم سماج" کے طور پر سامنے آتا ہے، جو اپنی جسمانی برتری کی وجہ سے خواتین پر جبر کا مرتکب ٹھہرتا ہے، لیکن کچھ حلقے ایسے بھی ہیں جو خواتین کی جانب سے مرد حضرات کی زندگیاں "اجیرن" کرنے کی مرتکب قرار پائی ہیں۔

خاص کر جن حضرات سے دو یا دو سے زائد شادیاں رچائی ہوئی ہیں ان کے بارے میں مشہور مقولہ ہے:

www.ahnafmedia.com

کامیاب شخص کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے، اور بربادی کے پیچھے دو دو عورتوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔

پاکستان میں آبادی سے متعلق قومی ادارے انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز کے ایک سرکاری سروے کے مطابق پاکستان میں 43 فی صد خواتین اور ایک تہائی مرد یہ سمجھتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کی پٹائی کرسکتے ہیں جبکہ 50 فی صد شہری خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ شوہر کی پٹائی کرنا جائز ہے۔

اگر جسمانی تشدد کے ساتھ ساتھ دماغی تشدد شامل کیا جائے تو مرد عورتوں سے زیادہ "مظلوم" ٹھہریں گے، بیوی کی لڑائی، ساس سے جھگڑا، پڑوسن کو گالیاں، نندوں سے جھگڑا، جہاں کہیں بیوی "پنگا" لیتی ہے، قربانی کا بکرا بیچارے "شوہر" بن جاتے ہیں، اور اگر کوئی لڑکی "حقوق نسواں" کے نام پر گھر سے بھاگ کر شادی کرلے تو معاشرے کے طعنے اور رشتہ داروں کے طنز بھی مردوں کو ہی سہنے پڑتے ہیں۔

اپنی زندگی کی خوشیاں بیٹی کی جھولی میں ڈالنے والے باپ پر کیا گزرتی ہوگی جب اُس کی لاڈلی بھاگ کر "کورٹ میرج" کا ڈھونگ رچاتی ہے، زندگی میں پیار محبت جائز ہے، کرنا چاہیے، لو میرج بھی ہو مگر "لو میرج" کو اگر "ارینج" کردیا جائے، والدین سے بات کرلی جائے تو ایسے رشتوں کے بننے پر خوشیاں بڑھ جاتی ہیں۔

البتہ ہمارے معاشرہ میں والدین بھی روایتی رسم رواج کے ہاتھوں مجبور ہوکر اپنی اولاد کی خواہشات کو دفن کرتے ہوئے اپنی پسند اور زمانے کی مجبوریوں کا رونا روتے ہیں، اور پھر جب نالائق اولاد کوئی قدم اٹھائے تو "دوشی"

بہتر ہے مرض کے پھیلنے سے پہلے ہی اُس کا علاج کردیا جائے تاکہ بعد میں "کینسر جیسی لاعلاج مرض" نہ بن جائے۔

اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

www.ahnafmedia.com

خدا تجھے آزما رہا ہے

انتخاب: اہلیہ عابد جمشید رانا

خبر حدیثوں میں جس کی آئی
وہی زمانہ اب آرہا ہے
زمیں بھی تیور بدل رہی ہے
فلک بھی آنکھیں دکھا رہا ہے
ہوا ہے بھائی کا بھائی رہزن
حقیقی ماں کی ہے بیٹی دشمن
پسر نے چھوڑا پدر کا دامن
بہن کو بھائی ستا رہا ہے
نہ بے غرض ہے سلام کرنا
نہ بے سبب ہے کلام کرنا
بغیر رشوت نہ کام کرنا
یہ کام شیطاں سکھا رہا ہے
نہ باپ کی ہے نہ ماں کی عزت
ہے مرد ہو کر مرید عورت
نہ شرم باقی رہی نہ غیرت
بتاؤ دنیا کو کیا ہوا ہے

www.ahnafmedia.com

خدا کا مال اپنا مال سمجھے
حرام کو بھی حلال سمجھے
گناہ کرے اور کمال سمجھے
غرور دل میں سما رہا ہے
اٹھی ہے دنیا سے دین داری
بڑا ہے شوق شراب خوری
جگہ جگہ ہے حرام کاری
حرام میں مال جا رہا ہے
بگڑ گئی حاکموں کی نیت
خلاف مالک کہ ہے رعیت
اڑی ہے ہر شئ کی خیرو برکت
بتاؤ دنیا میں کیا رہا ہے
شریف کرنے لگے ہے چوری
غریب اور جہل ہے پوری پوری
امیر کی دیکھ سینہ زوری
غریب کا دل دکھا رہا ہے
لگے مسلمان سود لینے
نماز کیسی کہاں کے روزے
خدا سے ڈر اے خدا کے بندے
خدا تجھے آزما رہا ہے

www.ahnafmedia.com

موسم گرما اور آپ کی جلد

چوہدری تنویر سرور

آپ کو خوب اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں نے اس مضمون کا انتخاب کیوں کیا ہے کیونکہ گرمیوں کی آمد آمد ہے اور اس سے پہلے کے گرمیاں آجائیں میں آپ کو گرمیوں سے جلد کو محفوظ رکھنے کے لئے چند کارآمد باتیں بتاؤں تاکہ آپ پوری طرح مستفید ہو سکیں اور آپ کی جلد گرمیوں میں بھی صحت مند رہ سکے۔

گرمیوں میں سورج پوری آب و تاب کے ساتھ نکلتا ہے اور ہماری جلد کو نہ صرف نقصان پہنچاتا ہے بلکہ جلد کو کالا بھی کر دیا ہے۔ اور اگر کسی کی جلد چکنی ہو تو اس کے لئے الگ سے مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک تو گرمی اور اوپر سے چکناہٹ پونچھ پونچھ بندہ بے حال ہو جاتا ہے۔ گرمیوں میں اکثر ہمارا چہرہ مرجھایا سا جاتا ہے اور چہرے سے رونق بھی مدھم پڑ جاتی ہے۔ اس کے لئے ہمیں گرمیوں میں پانی کی مقدار بڑھا دینی چاہئے۔ اور ایسی اشیاء کا استعمال زیادہ سے زیادہ کریں جو ٹھنڈی ہوں۔ ویسے بھی گرمی کی وجہ سے پسینہ زیادہ آتا ہے جس سے ہمارے جسم میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے اس لئے بھی پانی کا پینا ضروری ہے۔

اور اس ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے جسم کا اندرونی درجہ حرارت نارمل ہو جاتا ہے جس سے جلد پر بھی اچھے اثرات پڑتے ہیں۔ ورنہ جلد کے مسام کھل جاتے ہیں جن میں میل کچیل پھنس جاتی ہے اور اس طرح ہماری جلد خراب ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اپنے چہرہ کو دن میں پانچ سے چھ دفعہ پانی کے ساتھ دھوئیں۔ اور اگر گھر سے باہر جانا ہو تو چھتری کا استعمال کریں۔ حجاب کا استعمال کریں اور آنکھوں کی حفاظت کے لئے سن گلاسز کا استعمال ضروری ہے تاکہ آنکھوں کو تیز دھوپ سے بچایا جا سکے۔ یا پھر

www.ahnafmedia.com

چہرہ پر کسی اچھی کمپنی کا سن بلاک استعمال کریں۔

غیر معیاری کریم یا سن بلاک آپ کی جلد کو مزید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔اس کے علاوہ عرق گلاب سے چہرے کو روئی کی مدد سے دن میں دو سے تین بار صاف کریں۔اس سے رنگت میں بھی اضافہ ہو گا۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کی جلد کس قسم کی ہے چکنی، خشک، نارمل یا ملی جلی جلد ہے۔کیونکہ ہر جلد کے اپنے مسائل ہیں۔ چکنی جلد سے مراد یہ ہے کہ آپ کا ماتھا، ناک اور ٹھوڑی چکنی ہوتی ہے جبکہ باقی ماندہ چہرہ خشک ہوتا ہے۔ ایسی خواتین کو دانے اور کیل مہاسے بہت زیادہ نکلتے ہیں۔اور گرمی کا موسم آتے ہی ان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔اس سے بچنے کے لئے اپنے ڈاکٹر سے ضرور رجوع کریں تاکہ گرمیوں میں بھی آپ کی جلد تر و تازہ اور شاداب رہے۔

خشک جلد والی خواتین کی جلد گرمیوں میں نارمل اور سردیوں میں اکڑ جاتی ہے۔خشک جلد کے لئے بھی ایسی کریم کا استعمال کریں تاکہ آپ کی جلد مزید خوبصورت ہو سکے اور رنگ بھی نکھر جائے۔نارمل جلد ایسی جلد ہوتی ہے جو نہ خشک اور نہ ہی چکنی ہوتی ہے اسے ہم نارمل جلد کہتے ہیں۔اس قسم کی جلد والی خواتین کو زیادہ تردد نہیں کرنا پڑتا۔ لیکن ایسی جلد بھی گرمیوں میں کالی ہو جاتی ہے اس کے لئے اچھی کریم کا استعمال آپ کے رنگ کو خراب ہونے سے بچا سکتا ہے۔

گرمیوں میں ہمیں اپنی غذا کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے ۔ہماری غذا کا متوازن ہونا ضروری ہے ۔اس کے لئے آپ سلاد ، ہری سبزیوں اور موسمی پھل کا استعمال ضرور کریں۔اس کے علاوہ موسمی پھلوں کا رس، لیموں کی شکنجبی بھی آپ کے جسم میں ٹھنڈک پیدا کر سکتی ہے۔اگر آپ مندرجہ بالا باتوں کو دھیان میں رکھ کر عمل کریں گی تو پھر آپ گرمیوں میں بھی تر و تازہ رہیں گی۔

www.ahnafmedia.com

نواب وزیر خان

مدیحہ خان

وزیر آباد اور مسجد وزیر خان کا نام کسی پاکستانی کے لیے اجنبی نہیں۔ لیکن اس شہر اور مسجد کو بسانے اور بنانے والے نواب وزیر خان کے حالات سے شاید بہت کم لوگ آگاہ ہوں گے۔

نواب وزیر خان کا اصل نام علیم الدین انصاری تھا۔ وہ پنجاب کے ایک معمولی سے گاؤں میں جو وزیر آباد کے قریب ہی واقع تھا۔ ایک معمولی درجہ کے حکیم تھے۔ اس گاؤں میں اور بھی حکیم موجود تھے جن کی حکمت حکیم صاحب کے مقابلے میں خوب چلتی تھی۔ اس لیے وہ خوب خوشحال تھے۔

حکیم علیم الدین بے حد متقی، قناعت پسند، اللہ توکل والے صابر و شاکر آدمی تھے۔ جو کبھی اپنی مسرت اور تنگ دستی اور اپنی ناقدری پر جلتے کڑھتے نہیں تھے۔ بلکہ اسے مولا کی مرضی سمجھتے ہوئے ہر دم اللہ کے شکر گزار بنے رہتے تھے۔ حکیم صاحب کی بیوی اس صورتحال پر ہمیشہ شاکی رہتیں۔ ان سے لڑتی جھگڑتیں اور اکثر ان کی کتابیں اٹھا کر گھر سے باہر پھینک دیتیں کہ کیا فائدہ تمہاری اس حکمت کا جو گھر کا چولہا بھی نہ جلا سکے۔ نیک دل حکیم صاحب جواباً بیوی سے الجھنے کے انہیں صبر و شکر کی تلقین کرتے۔ اچھے دنوں کی امید دلاتے جو آکر ہی نہ دے رہ تھے۔

ایک مرتبہ حکیم صاحب کے گھر کئی دنوں تک چولہا نہ جلا، ان کے خاندان پر فاقے گزرنے لگے اور ان کی بیوی کے طعنے دراز ہوتے گئے تو حکیم صاحب شدید آزردگی کی حالت میں گاؤں کی مسجد میں جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں انہوں نے نمازِ عشا ادا کی اور گھر جانے کے بجائے وہیں رک گئے۔ نمازِ تہجد کے وقت انہوں نے اٹھ کر وضو کیا۔

www.ahnafmedia.com

نماز ادا کی اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر رونے گڑ گڑانے لگے کہ "بارِ الٰہی! میری ایسی ناقدری کیوں ہو رہی ہے؟ میں ایسی قدر ناشناسی کا شکار کیوں ہوں...؟"

نماز فجر تک حکیم صاحب اسی طرح اللہ کے حضور روتے گڑ گڑاتے اور اس سے اس کے فضل و کرم کی بھیک مانگتے رہے۔ پھر جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو سجدے کی جگہ ان کے آنسوؤں سے بھیگ چکی تھی۔ ان کا دل بے حد مطمئن اور ایک طرح کا روحانی سکون محسوس کر رہا تھا۔ اس دوران میں دوسرے نمازی بھی مسجد میں آنا شروع ہو چکے تھے۔ حکیم صاحب نے ان کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی اور گھر آ گئے۔ انہوں نے سوچا تھوڑی دیر سو لوں پھر جا کر اپنا مطب کھولوں گا۔ لیکن اس وقت گھر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ انہوں نے جا کر دروازہ کھولا تو باہر ایک سپاہی کو کھڑے پایا۔ اس نے ان سے کہا کہ ان کا لشکر کا سالار شدید پیٹ درد میں مبتلا ہے وہ چل کر اسے دیکھ لیں۔ حکیم صاحب سمجھ گئے کہ سالار در حقیقت درد قولنج میں مبتلا تھا۔ انہوں نے ضروری دوائیاں ساتھ لیں اور سپاہی کے ہمراہ لشکر گاہ پہنچ گئے۔ سالار اپنے خیمے میں بستر پر پڑا بری طرح سے درد سے تڑپ رہا تھا۔ حکیم صاحب نے اسے اپنی دوا استعمال کروائی۔ تھوڑی دیر میں اس کی حالت سنبھلنی شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس کا درد جاتا رہا اور وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اس نے حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرنے اور ان کی حکمت کو سراہنے کے ساتھ انہیں اشرفیوں کی ایک تھیلی بھی دی۔ حکیم صاحب اللہ کی اس مہربانی پر ممنون و مشکور مسرور و شاداں اپنے گھر واپس آ گئے۔ انہوں نے اپنے اہل خانہ کو تمام قصہ سنایا اور انہیں اشرفیوں کی تھیلی دکھائی۔ اور کہا کہ انہیں اپنا گاؤں چھوڑ کر کسی بڑے شہر چلے جانا چاہیے۔ وہاں وہ اپنا مطب کھول لیں گے۔ ممکن ہے وہاں ان کی حکمت خوب چل نکلے۔ ان کی بیوی نے ان کی اس تجویز کو پسند کیا۔

www.ahnafmedia.com

چنانچہ یہ طے ہوا کہ چند دنوں بعد وہ رختِ سفر باندھ کر کسی بڑے شہر روانہ ہو جائیں۔ لیکن اسی شام لشکر کے سالار کی طرف سے ایک سپاہی اس کا پیغام لے کر پہنچ گیا کہ حکیم صاحب فوراً اپنا رختِ سفر باندھ لیں اور اپنے خاندان کے ساتھ لشکر کے ہمراہ دارالحکومت آگرہ چلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ حکیم صاحب اور ان کے اہل خانہ فوراً ہی تیار ہو کر لشکر سے جا ملے۔ اور اس کے ہمراہ آگرہ روانہ ہو گئے۔ راستے بھر حکیم صاحب سالار کی دی ہوئی اشرفیوں سے آگرہ میں اپنا مطب قائم کرنے کے طرح طرح کے منصوبے سوچتے رہے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ آگرہ جا کر وہ جس مکان میں رہائش اختیار کریں گے اسی کے ایک حصے میں اپنی دکانِ حکمت کھول لیں گے۔ ان کی یہ دکان رفتہ رفتہ ترقی کرتی جائے گی۔

لیکن اب رحمتِ خداوندی پوری طرح جوش میں آچکی تھی۔ حکیم صاحب کی اللہ کی حضور سجدہ ریزی اور گریہ وزاری نے عرشِ الٰہی کو ہلا دیا تھا! جونہی یہ لشکر آگرہ پہنچا، انہیں اطلاع ملی کہ نور جہاں بادشاہ بیگم شدید عرق النسا میں مبتلا کئی دنوں سے ہلنے جلنے چلنے پھرنے سے معذور بستر پر پڑی ہیں۔ شاہی اطبا اور دیگر حکما کی دوائیں اور تدبیریں کوئی کام نہیں کر رہیں۔

یہ اطلاع پاتے ہی نو وارد لشکر کا سالار شہنشاہ جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے اسے حکیم علیم الدین انصاری کے بارے میں بتایا۔ ان کے ہاتھوں اپنی شفایابی کا واقعہ سنایا اور ان کی حکمت کی تعریف کرتے ہوئے ان سے بادشاہ بیگم کے علاج کے سفارش کی۔ جہانگیر پہلے ہی اپنی محبوب ملکہ کی علالت پر بے حد پریشان اور ہر قسم کے علاج معالجہ کے لیے تیار تھا۔ فوراً راضی ہو گیا اور حکیم صاحب کو بلوا کر انہیں ملکہ کے علاج کا حکم دیا۔

حکیم صاحب نے ملکہ کی فصد کھلوائی، فاسد خون نکالا۔ ضروری ادویات

www.ahnafmedia.com

وغیرہ دیں، غذا اور پرہیز بتایا۔ اللہ کی قدرت سے چند دنوں کے اندر اندر بادشاہ بیگم مکمل صحت یاب ہو کر بستر سے اٹھ کر چلنے پھرنے لگیں۔ اسی مسیحائی پر جہانگیر نے حکیم صاحب کو نہ صرف بھاری انعامات اور کرامات سے نوازا بلکہ وزیر خان کے لقب سے سرفراز کرتے ہوئے انہیں شاہی طبیب کا عہدہ بھی عطا کیا۔ پھر انہیں پنج ہزاری منصب، ایک شاندار محل نوکر چاکر ہاتھی گھوڑے بھی عطا کیے۔ یوں حکیم صاحب کے ہاں دولت کی ریل پیل ہو گئی۔

ان کی بیوی جو پہلے ہر دم ان کی ناکام حکمت پر نالاں تنگ دستی پر شکوہ سنج رہتی تھیں اب بڑی شان کی زندگی گزارنے لگیں۔ ان کے بچے عیش و آرام سے رہنے لگے۔ لیکن اس کایاپلٹ کے باوجود حکیم صاحب کے عجز و انکسار، شکر گزاری، تقویٰ اور دینداری میں کوئی فرق نہ آیا۔ انہوں نے اپنا دامن ہمیشہ امیرانہ زندگی کی آلودگیوں سے بچا کر رکھا اور اپنے آپ کو نیکی اور بھلائی کے کاموں کے لیے وقف کر دیا۔ انہوں نے بے شمار مساجد، مدرسے، سرائیں، سڑکیں اور پل تعمیر کروائے۔ بیواؤں اور یتامیٰ کے وظائف مقرر کیے۔ نیکی کے ہر کام کے لیے ان کے ہاتھ ہمیشہ کھلے رہے۔

پھر جہانگیر کے بعد شاہ جہاں تخت آگرہ پر رونق افروز ہوا۔ اس نے بھی حکیم صاحب کی بے حد قدر افزائی کی۔ انہیں ہفت ہزاری منصب اور جاگیر عطا کی۔ اب حکیم صاحب کی شان و شوکت اور کروفر میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اتنے بلند مقام اور دولت کی ریل پیل کے باوجود حکیم صاحب اللہ کے احسان کو کبھی نہ بھولے۔ اور بدستور نیکی اور بھلائی کے کام کرتے رہے۔ اس زمانے میں انہوں نے اپنے گاؤں کے قریب وزیر آباد شہر آباد کیا اور مسجد وزیر خان جیسی شاندار اور پر شکوہ مسجد تعمیر کروائی۔ وہ اور بھی بہت سے نیکی کے کام کرنے کے خواہشیں دل میں لیے ہوئے تھے اور یقیناً انہیں کر ڈالتے کہ اللہ کے حضور سے ان کا بلاوا آ گیا۔

www.ahnafmedia.com

کوئی بات نہیں

محی الدین غازی

ایک بار میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ بیگم کے چہرے کا رنگ خوف سے اڑا ہوا ہے، پوچھنے پر ڈرتے ڈرتے بتایا کہ کپڑوں کے ساتھ میرا پاسپورٹ بھی واشنگ مشین میں دھل گیا، یہ خبر میرے اوپر بجلی بن کر گری، مجھے چند روز میں ایک ضروری سفر کرنا تھا، میں اپنے سخت رد عمل کو ظاہر کرنے والا ہی تھا، مگر اللہ کی رحمت سے مجھے ایک بات یاد آئی، اور میری زبان سے نکلا ”کوئی بات نہیں“۔

اور اس جملے کے ساتھ ہی گھر کی فضا نہایت خوشگوار ہوگئی۔ پاسپورٹ دھل چکا تھا، اور اب اس کو دوبارہ بنوانا ہی تھا، خواہ میں بیگم پر غصہ کی چنگاریاں برسا کر اور بچوں کے سامنے ایک بد نما تماشا پیش کر کے بنواتا یا بیگم کو دلاسا دے کر بنواتا، جو چشم بد دور ہر وقت میری راحت کے لئے بے چین رہتی ہیں۔

سچ یہ ہے کہ مجھے اس جملے سے بیحد پیار ہے، میں نے اس کی برکتوں کو بہت قریب سے اور ہزار بار دیکھا ہے۔ جب بھی کسی دوست یا قریبی رشتہ دار کی طرف سے کوئی دل دکھانے والی بات سامنے آتی ہے، میں درد کشا اسپرے کی جگہ اس جملے کا دم کرتا ہوں، اور زخم مندمل ہونے لگتا ہے۔

اپنوں سے سرزد ہونے والی کوتاہیوں کو اگر غبار خاطر بنایا جائے تو زندگی عذاب بن جاتی ہے، اور تعلقات خراب ہوتے چلے جاتے ہیں، لیکن ”کوئی بات نہیں“ کے وائپر سے دل کے شیشے پر چھائی گرد کو لمحہ بھر میں صاف کیا جاسکتا ہے، اور دل جتنا صاف رہے اتنا ہی توانا اور صحت مند رہتا ہے۔

بچوں کی اخلاقی غلطیوں پر تو فوری توجہ بہت ضروری ہے، لیکن ان کی غیر

www.ahnafmedia.com

اخلاقی غلطیوں پر "کوئی بات نہیں" کہ دینے سے وہ آپ کے دوست بن جاتے ہیں، اور باہمی اعتماد مضبوط ہوتا ہے۔ بچہ امتحان کی مارک شیٹ لے کر سر جھکائے آپ کے سامنے کھڑا آپ کی پھٹکار سننے کا منتظر ہو، اور آپ مسکراتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمائیں "کوئی بات نہیں"، اگلی بار اور محنت کرنا، چلو آج کہیں گھومنے چلتے ہیں۔

آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ بچے کے سر سے کتنا بھاری بوجھ اتر جاتا ہے، اور ایک نیا حوصلہ کس طرح اس کے اندر جنم لیتا ہے۔ میں نے اپنے بچوں کو کچھ دعائیں بھی یاد کرائی ہیں، ساتھ ہی اس جملے کو بار بار سننے اور روانی کے ساتھ ادا کرنے کی مشق بھی کرائی ہے۔

میرا بار بار کا تلخ تجربہ یہ بھی ہے کہ کبھی یہ جملہ بروقت زبان پر نہیں آتا، اور اس ایک لمحے کی غفلت کا خمیازہ بہت عرصے تک بھگتنا پڑتا ہے، طبیعت بدمزہ ہوجاتی ہے، اور ایک مدت تک کڑواہٹ باقی رہتی ہے۔ تعلقات میں بال آجاتا ہے اور برسوں تک خرابی باقی رہتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ یہ جملہ یادداشت کا حصہ بننے کے بجائے شخصیت کا حصہ بن جائے۔

وقفے وقفے سے پیش آنے والے معاشی نقصانات ہوں، یا ہاتھ سے نکل جانے والے ترقی اور منفعت کے مواقع ہوں، یہ جملہ ہر حال میں اکسیر سا اثر دکھاتا ہے، ایک دانا کا قول ہے:

نقصان ہوجانا اور نقصان کو دل کا بوجھ بنانا یہ مل کر دو نقصان بنتے ہیں، جو ایک خسارہ ہوچکا وہ تو ہوچکا، تاہم دوسرے خسارے سے آدمی خود کو بچا سکتا ہے، اس کے لئے صرف ایک گہری سانس لے کر اتنا کہنا کافی ہے کہ "کوئی بات نہیں"۔

یاد رہے کہ یہ دوا جس طرح کسی چھوٹے نقصان کے لئے مفید ہے، اسی طرح بڑے سے بڑے نقصان کے لئے بھی کارآمد ہے۔ ایک مومن جب "کوئی بات

www.ahnafmedia.com

نہیں" کوللّٰہیت کے رنگ میں ادا کرتا ہے، توانا اللہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے۔

بسا اوقات ایک ہی بات ایک جگہ صحیح تو دوسری جگہ غلط ہوتی ہے۔"کوئی بات نہیں" کہنا بھی کبھی آدمی کی شخصیت کے لئے سم قاتل بن جاتا ہے، جیسے کوئی شخص غلطی کا ارتکاب کرے تو چاہئے کہ اپنی غلطی کے اسباب تلاش کرکے ان سے نجات حاصل کرے، نہ کہ "کوئی بات نہیں" کہہ کر غلطی کی پرورش کرے۔

خود کو تکلیف پہنچے تو آدمی "کوئی بات نہیں" کہے تو اچھا ہے، لیکن کوئی کسی کو تکلیف دے اور اپنی زیادتی کو "کوئی بات نہیں" کہہ کر معمولی اور قابل نظر انداز ٹھہرالے، تو یہ ایک گری ہوئی حرکت ہوگی۔

اسی طرح جب کوئی اجتماعی ادارہ مفاد پرستوں کے استحصال اور نااہلوں کی نا اہلی کا شکار ہورہاہو اور "کوئی بات نہیں" کہہ کر اصلاح حال کی ذمہ داری سے چشم پوشی اختیار کرلی جائے، تو یہ ایک عیب قرار پائے گا۔ معاشرہ میں کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی ہورہی ہو اور لوگ اس جملے سے اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے کی کوشش کریں، تو یہ انسانیت کے مقام سے گرجاناہوگا۔

غرض کہ یہ جملہ دل کی دیوار پر آویزاں کرنے کے لائق ہوتا ہے، اگر یہ دل کی کشادگی برقرار رکھے، تعلقات کی حفاظت کرے اور دنیاوی نقصان ہونے پر تسلی کاسامان بنے۔

اور یہی جملہ مکروہ اور قابل نفرت ہوجاتاہے اگر یہ عزم بندگی، احساس ذمہ داری اور جذبہ خود احتسابی سے غافل ہونے کا سبب بن جائے۔

ایک داناکاقول ہے کہ
آج کل کی خواتین "آبرو" سے زیادہ "آئی برو" کی فکر کرتی ہیں۔

www.ahnafmedia.com

علم کی فضیلت

محمد اسحاق، پشاور

1: علم انبیاء کرام کی میراث ہے اور مال قارون اور فرعون کی میراث ہے۔

2: علم کے حاصل ہونے سے انسان کے دوست بڑھتے ہیں اور مال کے حاصل ہونے سے انسان کے دشمن اور حاسد بڑھتے ہیں۔

3: علم کو چوری کا خطرہ نہیں ہوتا اور مال کو کبھی امن نصیب نہیں ہوتا۔

4: علم جتنا بھی پرانا ہو اتنا راسخ ہوتا ہے اس کا مرتبہ و مقام اور زیادہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور مال جتنا پرانا ہو جائے یہ اپنی قیمت گھٹا بیٹھتا ہے اس لیے پچاس سال پہلے کی روپے کی قیمت جو تھی آج آپ کو روپے کی آدھی بھی قیمت نہیں ملے گی۔

5: علم کی محبت سے انسان کریم ہوا کرتا ہے اور مال کی محبت سے انسان بخیل ہوا کرتا ہے علم کو جتنا خرچ کیا جائے اتنا ثواب بھی اور علم بھی بڑھتا چلا جاتا ہے اور مال کو جتنا خرچ کیا جائے وہ اتنا ختم ہوتا جاتا ہے۔

6: علم کی محبت دل میں ہو تو انسان کے دل میں نور پیدا ہوتا ہے جب کہ مال کی محبت دل میں ہو تو انسان کے دل میں اندھیرا ہوتا ہے۔

7: علم انسان کی حفاظت کرتا ہے جب کہ مال کی حفاظت انسان خود کرتا ہے۔

8: علم سے انسان مال تو کما سکتا ہے لیکن مال سے انسان علم کو نہیں خرید سکتا۔

9: مال کی کثرت کی وجہ سے فرعون نے کہا تھا انا ربکم الاعلی یعنی خدائی کا دعوی کیا تھا مال نے اس میں تکبر پیدا کر دیا تھا جب کہ علم کی کثرت کی وجہ سے اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افلا اکون عبدا شکورا تو علم نے عاجزی اور تواضع پیدا کر دی۔

www.ahnafmedia.com

شکایت کیسے درج کرائی جائے!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ماہنامہ بنات اہلسنت ہر انگریزی ماہ کی 2 تاریخ تک آپ کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے۔ کبھی آپ تک پہنچنے میں تاخیر ہو جائے یا بالکل ہی نہ مل پائے تو آپ ہمیں اپنی شکایت درج کرائیں ان شاء اللہ آپ کی شکایت کا ازالہ ضرور کیا جائے گا۔ (ادارہ)

طریقہ: نام............رسید نمبر.............خریداری نمبر....................ایجنسی نمبر..............

ایڈریس..........................تعداد رسالہ..............بابت ماہ.............کا رسالہ نہیں ملا۔

وضاحت:

[رسید نمبر] جب آپ نے رسالہ بک کرایا تھا اور رقم ادا کی تھی تو آپ کو دفتر کی جانب سے ایک رسید دی جاتی ہے۔ جس پر آپ کا نام اور علاقہ وغیرہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔

[خریداری نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو رسالہ بھیجتا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ خریداری نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

[ایجنسی نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو زیادہ تعداد میں رسالہ بھیجا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ ایجنسی نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مثلاً: محمد عبداللہ، رسید نمبر 234، خریداری 456، مکان نمبر 32، رانا اسٹریٹ، ڈاکخانہ حویلیاں، ہری پور، عدد 1، مارچ 2015۔

خط و کتابت: دفتر رسائل و جرائد مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا

ای میل ایڈریس: mag@ahnafmedia.com

میسج کرنے کے لیے: 03326311808

www.ahnafmedia.com

رقم بھیجنے کا طریقہ کار!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو ادارے کی جانب سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ کو ہر ماہ تسلسل کے ساتھ مطلوبہ رسائل بھیجے جا رہے ہیں۔ آپ کی سہولت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے آپ کی طرف سے ادا شدہ رقم کو یقینی بنانے کے لیے ہدایات جاری کی ہیں۔ (ادارہ)

بذریعہ منی آرڈر:

دفتر رسائل وجرائد [بنات اہلسنت] مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا۔

نوٹ:

منی آرڈر سلپ پر اپنا نام مکمل پتہ اور فون نمبر لکھنے کے ساتھ ساتھ مطلوبہ رسالے کا نام ضرور لکھیں اور اگر نیا رسالہ جاری کرانا ہے تو ساتھ بریکٹ میں (نیا) لکھیں اور اگر سابقہ بل ادا کرنا ہے تو بریکٹ میں (تجدید) اور اپنا خریداری نمبر لکھیں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ:

میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010100725862

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ✉ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

ای میل ایڈریس:

mag@ahnafmedia.com

میسج کرنے کے لیے:

03326311808

www.ahnafmedia.com

[بنات اہلسنت کے مستقل ممبر بنئے دوستوں کے نام بنات اہلسنت سبسکرپشن کیجیے]

ممبر شپ کا طریقہ

نام:.................................. ولدیت:...

رابطہ نمبر:.. ای میل:..

بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر نمبر (لازمی):..

بینک کا نام:.................................. رقم جمع کرانے کی تاریخ:......................................

مکمل ایڈریس : ....

مکان / فلیٹ / دکان / دفتر نمبر، ڈاکخانہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ واضح لکھیں:

نوٹ:

فارم کسی بھی سادہ کاغذ پر فِل اَپ کر کے سرکولیشن مینیجر بنات اہلسنت کے نام درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یا بینک ڈرافٹ نمبر اور مکمل پتہ فون پر لکھوا دیں۔

پتہ: دفتر رسائل وجرائد (بنات اہلسنت) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا۔

نوٹ: رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر درج بالا پتہ پر کریں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ: میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010100725862

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ✉ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

واٹس ایپ:

+923062251253

مضامین بھیجنے اور شکایات کے لیے: mag@ahnafmedia.com

فون ☎: 03326311808

ماہنامہ بنات اہلسنت ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
قاری عبدالوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبداللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبداللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
محمد رئیس	ٹانک	03319143483
مولانا خالد زبیر	لاہور	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
مولانا غلام مرتضیٰ	فورٹ عباس	03052475330
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مکتبہ ختم نبوت	بہاولپور	03136333497
قاضی اسرائیل گڑنگی	مانسہرہ	03023501755
مولانا طارق حسین	پشاور	03219192406
مولانا امان اللہ حنفی	سرگودھا	03067800751
مولانا محمد اختر	کبیروالا	03336228425
مولانا ذوالقرنین	ڈیرہ اسماعیل خان	03343682508

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808